بیاناتِ حضرت جیؒ

رئیس التبلیغ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب
کاندھلوی قُدّس سِرُّہٗ کے بیانات

جمع و ترتیب
محمد ادریس پٹیل فلاحی ورٹھی

ناشر
ادارہ فیض دارین، ورٹھی، ضلع سورت، گجرات، انڈیا 394110
فون: 02623-233262 موبائل: 9879241564

نام کتاب: بیانات حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ
جمع وترتیب: محمد ادریس پٹیل فلاحی ورٹھی
فراہم کردہ: محترم جناب حاجی عبد اللہ پٹیل داڑھی
(دیادرا والے، حال مقیم لوساکا زامبیا)
کمپیوٹرائزنگ: رابی گرافکس، سورت (موبائل: 9898439914)
صفحات: ۶۴
قیمت:
ناشر: ادارہ فیض دارین، ورٹھی، ضلع سورت، گجرات، انڈیا 394110
فون: 02623-233262 موبائل: 9879241564

نوٹ: اس کتاب کی طباعت کا خرچ بھی حاجی عبد اللہ پٹیل داڑھی صاحب نے اُٹھایا

فہرست مضامین

(Varethi)\Bayanat\Border_Bayanate_Hazratji.bmp not found.

پیش لفظ

...... ازمرتب

الحمد لله رب العلمین اله الاولین والاخرین والصلوة والسلام علی سید الاولین والاخرین، سید الانبیاء والمرسلین، سیدنا ومولانا محمد بن عبدالله الامین وعلی اله الطیبین واصحابه الطاهرین وورثته العلماء الصالحین ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین۔

اما بعد! اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت اور اسے ضلالت و گمراہی کے دلدل سے نکالنے کے لئے انبیاء علیہم الصلوات والسلام کا سلسلہ جاری فرمایا، اس سلسلۃ الذھب کی آخری کڑی آقائے دوجہاں تاجدار مدینہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں کو پہونچاتے رہے اور بندوں کا رشتہ معبودِ حقیقی سے جوڑتے رہے، بڑی سے بڑی طاغوتی قوت اور شیطانی سازش آپ ﷺ کے پائے استقلال میں تزلزل پیدا نہ کرسکی اور بے انتہا نامساعد حالات میں بھی آپ ﷺ تبلیغ دین سے غافل نہ رہے، آپ ﷺ ایک طرف تعلیم کتاب وحکمت کا فریضہ انجام دے رہے تھے تو دوسری طرف اپنے بے پناہ موثر وعظ وارشاد سے تزکیۂ نفوس فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد علماء امت پر یہ ذمہ داری آئی، علماء کرام اس ذمہ داری کو ہر زمانہ میں پوری طرح سنبھالتے رہے اور العلماء ورثة الانبیاء کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے اور ان دونوں طریقوں سے امت کی رہنمائی کرتے رہے، ایسے ذمہ دار اور باہوش علماء کی ایک طویل فہرست ہے۔

ان ہی میں ایک تابندہ شخصیت حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تھی، حضرت جیؒ محتاج تعارف نہیں ہیں، بانی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے بعد امارت تبلیغ آپ ہی کے سپرد ہوئی جس کو آپ نے بحسن وخوبی انجام دیا، بلکہ دعوت وتبلیغ کے کام نے آپ ہی کے زمانہ میں عالمگیر شکل اختیار کی۔

بندہ کے قیام زامبیا کے اخیری سال (۱۴۲۵ھ) لوساکا زامبیا میں جناب حاجی عبد اللہ بھائی پٹیل داڑھی (مقیم لوساکا - زامبیا) سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بندہ کی چند تالیفات دیکھی تھیں، انہوں نے بندہ سے کہا کہ میرے پاس کئی سالوں سے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے چند بیانات کسی کے لکھے ہوئے کاپی کی شکل میں موجود ہیں، آپ ان کی تصحیح کرکے ترتیب دے کر طبع کرائیں، ان کے بہت زیادہ اصرار پر بندہ نے ان کی بات قبول تو کرلی مگر اسکو دیکھنے پر پتہ چلا کہ تحریر ازحد پیچیدہ ہے، اس کو صاف طور پر لکھوانا ہی ایک بڑا کام ہے، چنانچہ اس میں کئی مہینے لگ گئے، اس کے بعد خود بندہ نے اس کی تصحیح کی، پھر نظر ثانی وتصحیح کے لئے اپنے ایک دوست کو زحمت دی، کافی کوشش اور محنت کے بعد ان چند صفحات کی تصحیح انہوں نے

کی، آگے کے لئے ان کی بھی ہمت نہ ہوئی اور بندہ نے بھی حاجی عبد اللہ صاحب سے وعدہ کرلیا تھا اور دیگر کئی تالیفات کا کام بھی شروع کررکھا ہے، اس لئے اس وقت ان چند صفحات پر ہی اکتفاء کر کے ان کو طبع کرانے کا ارادہ کرلیا، کہ مقولہ مشہور ہے

"مالا یدرك كله لا یترك كله"

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرما کر تا قیامت پوری امت کے لئے نافع بنائے اور بندہ کے لئے نیز جملہ معاونین کے لئے صدقۂ جاریہ اور نجات کا ذریعہ بنائے، آمین

یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین والحمد للّٰہ ربّ العالمین

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی مختصر رودادِ حیات

شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متعنا اللہ بفیوضہ وادام برکاتہٗ قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے مذہب حنفی کے چوٹی کے عالم ہیں، آپ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کے نورِ عین ہیں، نسب نامہ یہ ہے مولانا محمد الیاس بن مولانا محمد اسمٰعیل بن شیخ غلام حسین بن حکیم کریم بخش بن حکیم غلام محی الدین بن المولوی محمد ساجد بن المولوی محمد فیض بن المولوی محمد شریف بن المولوی محمد اشرف۔

آپ کی پیدائش ۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ میں ہوئی۔ سات ہی سال کی عمر میں بستی حضرت نظام الدینؒ دہلی میں حفظِ قرآن پاک میں مشغول ہوگئے۔ جب آپ کی عمر گیارہ سال تھی مدرسہ کاشف العلوم بستی حضرت نظام الدینؒ دہلی میں کتب درسیہ نظامیہ شروع کردیں، اکثر کتب عربی اپنے والد مرحوم ومغفور سے پڑھیں۔ جب آپ کے والد گرامی نے ۱۳۵۱ھ میں حج حرمین شریفین کا ارادہ فرمایا، ہدایہ اور بعض فنون کی کتابیں مدرسہ مظاہر علو سہارنپور میں پڑھیں۔ اور جب آپ کے والد بزرگوار زیارتِ حرمین شریفین سے واپس تشریف لے آئے تو مشکوٰۃ شریف جلالین شریف اور اس کے علاوہ دیگر کتبِ احادیث پھر مدرسہ کاشف العلوم میں پڑھیں۔ شروع میں صحاح ستہ اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں، دوبارہ ۱۳۵۳ھ میں مسلم شریف اور بخاری شریف، سنن ابوداؤد شریف اور ترمذی شریف حسب ذیل حضرات کے پاس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھیں، بخاری شریف حضرت

مولانا عبد اللطیف صاحب قدس سرہٗ کے پاس، مسلم شریف مولانا منظور احمد صاحب سہارنپوری کے پاس، اور ابوداؤد شریف حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب متعنا اللہ بفیوضہٖ وادام برکاتہٗ کے پاس ترمذی شریف حضرت صدر المدرسین علامۂ دہر مولانا عبد الرحمٰن صاحب ادام اللہ مجدہٗ کے پاس۔

کچھ عوارضات کی بناء پر ان چاروں کتابوں کی تکمیل نہ ہوسکی، اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ان کی تکمیل بھی کی اور کچھ حصہ معانی الآثار کا اور کچھ مستدرک کا پڑھا اور اسی تعلیم کے زمانہ میں ۱۳۵۴ھ میں امانی الاحبار شرح معانی الآثار لکھی جواَب دو حصہ سے زائد مکمل ہوکر چھپ چکی ہے۔

حضرت موصوف کی ذاتِ گرامی محتاج تعارف نہیں، بحمد اللہ موصوف کی مساعیٔ جمیلہ قابل صد داد ہے۔ اسلام کا بجھتا ہوا چراغ صاحبِ موصوف کی کوششوں سے بحمد اللہ یہاں تک روشن ہوا کہ آپ کا تبلیغی کارنامہ نہ فقط ہندوستان اور ممالک اسلامیہ عربیہ تک ہی محدود رہا بلکہ یورپ کے اکثر ممالک، امریکہ، جاپان، انڈونیشیا اور افریقہ وغیرہ تک اس کے اثرات اور منافع اظہر من الشمس ہوگئے۔

(از حیاۃ الصحابہ، جلد اوّل، صفحہ۲)

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا انتقال ۲۹؍ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ ۲؍اپریل ۱۹۶۵ء دوپہر ۲؍بجے ہوا۔ جنازہ کی نماز ۳۰؍ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ (۳؍اپریل ۱۹۶۵ء) کو صبح ساڑھے نو بجے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور آپ کو آپ کے جلیل القدر والد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے پہلو میں دفن کردیا گیا۔

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

بیان: حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مقام: فوق باب ابراہیم

۱۹۶۴ء

نحمدهٗ و نصلّي علىٰ رسوله الكريم امّا بعد

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ۔صدق الله العظيم

دین کی محنت نبیوں والے طریقہ پر ہو

میرے بھائیو اور دوستو! آج سب انسانوں کے حالات خراب ہیں، اور حالات خراب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں نے اپنی محنتوں کا رُخ بدل لیا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے ہٹ کر دوسرا رخ اختیار کرلیا ہے، اور انبیاء والی محنت سے ہٹ کر ملک و مال والی محنت پر آ گئے ہیں، اور آپ جانتے ہیں کہ ملک و مال والوں کے طریقے آپس میں مختلف ہیں، وہ ایک دوسرے کے طریقے کو کاٹتے رہتے ہیں، اور جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے طریقے کو اختیار کیا ان کے حالات بنے، اور جنہوں نے ان کے طریقہ کو چھوڑا ان کے حالات خراب ہوئے، جب دین کی محنت نبیوں والے طریقہ پر ہوگی تو حالات بنیں گے، اور جب ملک و مال کے نقشوں پر محنت ہوگی تو حالات خراب ہوں گے، اور اگر دین کی محنت بھی دنیا کے نقشوں پر ہوگی تو اس سے بھی حالات نہ بنیں گے، تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ دنیا میں جتنی قسم کے

انسان ہیں چاہے حکومت والے ہوں چاہے محکوم ہوں یا علماء و مشائخ ہوں، کسی کے حالات حکومت اور مال و دولت سے نہیں بنیں گے، یہ سب دھوکہ ہے، بلکہ ان کے اعضاء سے نکلنے والے اعمال جب قرآن و حدیث کے مطابق ہوں گے تو اس سے حالات بنیں گے۔

سب کچھ خدا سے ہوتا ہے

اور اللہ تعالیٰ نے حالات کو اموال سے نہیں جوڑا بلکہ اعمال سے جوڑا ہے اور اعمال کو دل سے جوڑا ہے، جب دل کا یقین خدا اور رسول والا ہوگا تو اعمال بھی قرآن و حدیث والے ہوں گے، اور اس سے اعمال درست ہو جائیں گے، اور اس سے حالات بنیں گے، اگر ہم نے یقین بنانے کے لئے محنت کی تو خدا تعالیٰ ہمارا یقین بنائیں گے، مگر انسانوں کو صحیح یقین بنانے کے لئے محنت کر کے خدا سے مانگنا ہوگا، کہ اے خدا! اگر تو ہمارے یقین کو نہ بدلے گا اور ہمارے دل کے رخ کو نہ بدلے گا تو ہم سے نہ بنے گا، پہلے محنت کرے اس کے بعد دعا کرے، حضرت موسیٰ ؑ نے کتنے سال بنی اسرائیل کے یقین کو بدلنے کے لئے محنت کی، اس کے بعد دعا کی، اور صحیح یقین یہ ہے کہ زمین آسمان سے کچھ نہیں ہوتا سب خدا سے ہوتا ہے، اور خدا سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے چیزوں کے یقین کو نکال کر اعمال پر آ جاوے، اور یہ یقین رکھے کہ جتنی چیزیں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہیں ان سے کچھ نہیں ہوتا سب کچھ خدا ہی سے ہوتا ہے، چاہے حالات نفع نقصان کے ہوں یا عزت و ذلت کے، ان سے کچھ نہیں ہوتا سب کچھ اللہ ہی سے ہوتا ہے، اگر نقشوں کا یقین نکل کر خدا کا یقین آ جائے اور خدا سے متعلق جیسا یقین اس کی ذات کے

مناسب ہے پیدا ہو جائے تو سارے مسئلے حل ہو جائیں، خدا زمین وآسمان کی تمام چیزوں کو بغیر چیزوں کے پیدا کرسکتا ہے، اس نے بغیر گائے کے گائے بنائی، بغیر انڈے کے مرغی بنائی، اگر وہ چاہے تو ایک لمحہ میں سارے راکٹ اس کے حکم سے مٹی بن جاویں، اوراس کے حکم سے نیست ونابود ہو جاویں، اس کو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں صرف چاہنے کی دیر ہے، حضرت ابراہیمؑ نے جبلِ ابی قبیس پر کھڑے ہوکر آواز لگائی تو وہ آواز عالمِ ارواح میں سب کو پہنچ گئی، حکومتیں حج پر پابندی لگا رہی ہیں مگر اس کے باوجود حاجیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، ہماری حکومت نے حج پر پابندی لگانے کے لئے اس بات کو ضروری قرار دیا کہ پورا کرایہ درخواست کے ساتھ آجائے، پہلے حجاج کی تعداد پندرہ ہزار تھی مگر پہلے ہی دن چھبیس ہزار درخواستیں پوری رقم کے ساتھ آگئیں، وہ سمجھتے تھے کہ بہت کم حاجی درخواست دیں گے مگر یہ اسکیم فیل ہوگئی۔

غیر اللہ سے خدا کے بغیر کچھ نہیں ہوتا

دوسرا یقین یہ آجائے کہ غیر اللہ سے خدا کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا، اور زبان سے جو کچھ کہا جائے دل میں بھی اس کا یقین ہو، زبان دلوں کے خلاف نہ بولے، مثلاً کوئی بے موقع کھانے کے وقت آگیا تو زبان سے تو اس کی آؤ بھگت کی جاتی ہے اور دل اندر سے کڑھتا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، اسی لئے انبیاء کرام علیہم السلام نے کلمہ والے یقین کو پیدا کرنے کی سب سے زیادہ محنت کی، جب یہ یقین آجاتا ہے تو اس کے بعد جسم سے اعمال صحیح نکلتے ہیں، جیسے بارش کے بعد سبزہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے، اگر اللہ کی ذات والا یقین دل میں آجائے تو دوسرے ایمانیات بھی خود بخود آجائیں گے، آج یہ مکہ ساری دنیا کے عیش کا مظہر ہے اور اس کا ظاہری نقشہ وہ ہے جو ہمارے یہاں ہے،

لیکن اگر کوئی نبیوں کی دوربین لگا کر دیکھے گا تو اس کو نظر آئے گا کہ خدا ہی یہ سب بنانے والے ہیں، خدا ہی نے کعبۃ اللہ کی جگہ پانی سے بُلبلا اٹھایا اور اس سے اتنی بڑی زمین پیدا کردی، اور اس میں بہت ساری برکتیں رکھیں، تو مشرق اور مغرب میں جو کچھ پھیلا ہے خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بنایا، اور جب چاہیں گے اپنی قدرت سے توڑ پھوڑ دیں گے، ایک بات تو کعبہ سے یہ بتائی کہ سب خدا کی قدرت سے بنا ہے، انسان عورت اور مرد سے نہیں بنتا بلکہ خدا بناتا ہے، مکانات خدا اپنی قدرت سے بناتا ہے، اور اپنی قدرت سے توڑتا ہے، جیسے آٹا اپنے آپ نہیں پِستا اور پسنے کے بعد خود نہیں گندھتا، اور گوندھنے کے بعد خود پیڑا نہیں بنتا، اور روٹی بننے کے بعد اپنی قدرت سے توے پر نہیں چڑھتا، بلکہ جس نے اس کو بنایا وہی سب شکلوں میں اس کو منتقل کرتا ہے، مگر فرق یہ ہے کہ انسان کے مثل موجود ہیں، اس لئے اس کے کام میں دوسرے شریک بن سکتے ہیں، مگر خدا کا کوئی مثل نہیں، اس لئے اس کے کاموں میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ جس خدا نے انسان کو نطفہ کی شکل میں پیدا کیا وہی گوشت کا لوتھڑا اور پورا انسان بناتا ہے، پھر اس سے پہلے مکہ میں جہاں نہ سایہ تھا نہ درخت تھا نہ سرسبزی تھی نہ خوشحالی، وہاں خدا نے اپنی قدرت سے بغیر شکلوں کے انبیاء کرام کی پرورش کر کے بتائی، اور جسکو چاہا چیزوں اور نقشوں میں برباد کیا، فرعون کو حکومت میں، قوم شعیب کو تجارت میں اور قوم نوح کو کثرت میں برباد کر کے دکھایا، آپ یہاں بیٹھ کر پہلے کے حالات کو سوچیں، اس کا مراقبہ کریں تو اس سے یہ یقین پیدا ہوگا کہ حالات کا بننا بگڑنا خدا کے ہاتھ میں ہے، یہاں بیٹھ کر قوم شعیب کو سوچو کہ وہ تجارت میں اُجڑے، اور اسمٰعیلؑ بغیر تجارت کے پلے، قوم سبا کو سوچو کہ جو کھیتوں اور باغوں میں تباہ ہوئے، اور اسمٰعیلؑ

وادی غیر ذی زرع میں پلے، پھر ابرہہ کے واقعہ کو سوچو کہ اس زمانے میں ہاتھیوں کا لشکر ایسا تھا جیسا اس زمانہ میں امریکہ اور روس کے راکٹ ہیں، مکہ والے ہمت ہار کر پہاڑوں میں چلے گئے، ظاہری شکل بیت اللہ کو بچانے والی نہیں تھی، ایک آدمی نے ہاتھیوں کے سردار محمود ہاتھی کے کان میں آواز لگائی کہ محمود! یہ اللہ کا گھر ہے تو واپس چلا جا، بس اتنا کہنا تھا کہ محمود بیٹھ گیا، ہر طرف چلتا ہے مگر بیت اللہ کی طرف نہیں چلتا، یہ ایک تنبیہ تھی ابرہہ کے لئے، کہ اگر ذرا بینائی ہے تو واپس چلا جا، یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہے، جب وہ نہ سمجھا تو اللہ نے طیراً ابابیل والا معاملہ کیا، اور رہتی دنیا کو بتلایا کہ ہم بڑی سے بڑی طاقت کو چھوٹی سی مخلوق سے منٹوں میں ختم کر سکتے ہیں،

حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے عرض کیا کہ ”خدا دنیا میں حکومت، دولت اور زمینوں کے نقشے بہت ہیں، مگر میں اپنے بچوں کو ان میں لگانا نہیں چاہتا، بلکہ ان کے لئے حقیقتِ نماز چاہتا ہوں، اور اے اللہ! جو میرے نقشِ قدم پر چلے ان سے سب کو محبت ہو جاوے، آسمان اور زمین بھی اُن سے محبت کرنے لگیں۔“ چنانچہ اس دعا کے اثرات آپ آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اور اس نماز پر محنت کرنے والوں کو خدا بغیر محنت کے وہ چیزیں دیتا ہے جو دوسروں کو محنت پر دیتا ہے بشرطیکہ وہ خدا کے لئے محنت کریں، خدا سب کچھ دے دیگا، انبیائے کرام نے ان نقشوں پر محنت نہیں کی، بلکہ نقشے قائم کرنے والے خدا سے کہدیا۔

یتیم پیدا ہوئے
مگر ابراهیم علیه السلام کی دعا ساتھ تھی

اللہ تعالیٰ نے کعبہ توحید کے لئے قائم کیا تھا مگر اس میں دوسرے نقشے قائم ہو

گئے اور شرک آ گیا، ابراہیمی توحید مغلوب تھی اس کو اپنے وقت پر پھر غالب ہونا تھا، اسلئے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا، مگر حالت یہ ہے کہ آپ ﷺ کو یتیم پیدا کیا، اور آپ جانتے ہیں کہ یتیم کی کوئی اسکیم نہیں چلتی، اور پیسے کے اعتبار سے آپ ﷺ کو خالی ہاتھ مبعوث کیا، بظاہر یتیمی اور فقیری کی صورت تھی، باہر کچھ نہ تھا مگر اندر ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی وابعث فیهم رسولاً من انفسهم آپ ﷺ کی حالت یہ کہ باپ موجود نہیں اور دادا ایسے کہ جن کے گیارہ بچے، پھر اس یتیم کو لینے والا کوئی نہیں، مگر جھک مار کر لے گئے، اور جب لے گئے تو برکات کا ظہور ہُوا، نبیوں والی بات ظاہری صورتوں سے نہیں چلتی بلکہ اندر کی مایہ سے چلتی ہے، اور خدا نے یہاں سے بغیر ملک و مال کے نماز والی بات چلائی، آپ کے ساتھ جو صحابہ تھے ان کے پاس سردی کے زمانے میں بھی ناف سے گھٹنے تک کپڑے کے علاوہ دوسرا کپڑا نہیں تھا، یہ گھر خدا کی ذات سے اس کی شان کے مطابق لینے کی جگہ ہے، مگر خدا نے اس محنت کو مکہ سے نہیں چلایا بلکہ مدینہ سے چلایا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہمارے یہاں تو خدا کا گھر نہیں ہے، بلکہ بتایا کہ تم جہاں بھی ہو قدرت کے نقشے پر چلو، اور ان مسجدوں کا رخ اس بیت اللہ کی طرف کرو، تم اپنے شہروں میں اپنی مسجدوں میں یہ محنت قائم کرو، خدا اپنی قدرت کا مظاہرہ وہاں بھی کریں گے،

ہر زمانہ والوں کے لئے اس زمانے کے نقشے اسوہ نہیں بلکہ اسوہ اور نمونہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، ہمارے نبی ﷺ کو بھی اللہ جل شانہٗ نے حکم دیا وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا دنیا میں جتنی بھی طاقتیں ہیں ان تمام کے مقابلے کا مظہر بیت اللہ ہے، خدا نے جس طریقہ سے مصر اور شام میں اولاد ابراہیم کا یقین بنایا ایسا ان کا بھی بنا سکتے تھے، مگر نہیں، خدا تعالیٰ نے بیت اللہ کو بغیر نقشوں کے اپنی قدرت

کا مظہر بنایا، انسان ترقی کر کے دجال بن جائیگا اور وہ ایٹم بم سے بڑھ جائیگا اور مدینہ منورہ میں تین جھٹکے آئیں گے، غلط یقین والے مدینہ سے نکل کر اس کے پیچھے ہو جائیں گے اور صحیح یقین والے یہاں جمے رہیں گے، مگر وہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا، تو یہ ایٹم بم والے یہاں کیا داخل ہو سکتے ہیں،

انکی محنت اور قربانی کے آئینہ میں اپنی محنتوں اور قربانیوں کو دیکھو

اگر بھائی مکہ آکر ہمارا یقین مسخ ہو جائے تو مغرب سے مشرق تک ہمارا یقین مسخ ہی رہیگا، بھائی! حالات دوسروں کی وجہ سے خراب نہیں ہوئے بلکہ ہم نے خود خراب کر لئے ہیں، یہاں آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کی محنت کا اپنی محنت سے توازن کرو، اور اُن کی محنت اور قربانی کے آئینہ میں اپنی محنتوں اور قربانیوں کو دیکھو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا گھر قربان کیا اور خلیل اللہ بنے، اور حضور ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کے گھر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر اور ہزاروں صحابہ کے گھر قربان کئے تو اللہ کے حبیب بنے، اگر آج بھی ہمارے فیصلے صحیح ہو جائیں تو دنیا کے فیصلے آج بھی بدل سکتے ہیں، مگر ہمارا فیصلہ ایسا اٹل ہونا چاہئے کہ زمین آسمان بدل جاوے مگر ہمارا فیصلہ نہ بدلے،

مر جائیں گے مگر حضور والی بات پر عمل کریں گے

صلح حدیبیہ میں بظاہر دب رہے تھے، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے فیصلہ کرلیا کہ جو کچھ ہو محمد ﷺ کے فیصلے پر چلیں گے، اگرچہ طبیعتوں پر بوجھ پڑ رہا تھا، اور اس فیصلے کو قبول کرنا موت معلوم ہو رہا تھا، اور آپ کوئی وقت ایسا نہیں بتا سکتے کہ آپ

ﷺ نے کہا ہو اور صحابہ کرام نے تعمیل نہ کی ہو، مگر اس موقع پر صحابہ کرام کو ہوش نہیں تھا، آپ ﷺ اِنَّا لِلّٰہ پڑھ رہے ہیں کہ آج میرے ساتھی میری بات نہیں مان رہے ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ سر مُنڈ والیں، یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ عمل کریں اور صحابہ اس پر عمل نہ کریں، جب آپ ﷺ نے اس پر عمل کیا تو فوراً صحابۂ کرام حلق کرانے بیٹھ گئے، کسی کو ہوش نہیں تھا حلق ہو رہا ہے کھال چھل رہی ہے اور خون سے کپڑے خراب ہو رہے ہیں، مگر جب صحابہ نے آپ ﷺ کے حکموں پر زندگی گذارنا طے کرلیا تو سورۂ فتح نازل ہوئی، غزوۂ خندق میں صحابہ نے تین تین دن فاقوں پر صبر کیا اور فیصلہ کرلیا کہ مر جائیں گے مگر حضور ﷺ والی بات پر عمل کریں گے، تو حضور ﷺ نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کا قدموں میں گرنا بتایا، نبی کریم ﷺ نے یہ ترتیب قائم کی کہ صحابۂ کرام سال میں چار چار مہینے اس کلمہ، نماز کو لے لے کر دنیا میں گھومیں اور بقیہ آٹھ مہینوں میں آدھا وقت کمانے میں لگائیں اور آدھا وقت تعلیم میں اور نماز کے بنانے میں لگائیں، مسجدوں کا موضوع اللہ کی نعمتوں اور رحمتوں کو کھینچنے والا ہے، جب کوئی مصیبت آجائے تو مسجد میں جا کر اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہئے، اسلئے کہ مسجد مرکز ہے، دنیا والوں نے اپنی حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے مراکز بنائے، شکر کے لئے شکر کے کارخانے بنائے اور کپڑوں کے لئے مِلیں بنائی ہیں۔ اسی طرح یہ مساجد دینی ضرورتیں پورا کرنے کے مراکز ہیں۔ حق تعالیٰ ہمیں صحیح یقین نصیب فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

بیان: حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مقام: مدینہ منورہ

۱۹۶۴ء

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم ط

احکامِ الٰهیه کو طریقۂ محمدی پر ادا کرو

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ وتعالیٰ برھانہٗ نے اپنے لامحدود خزانہ سے استفادہ کے لئے احکامات دیئے ہیں اور وہ انسان کی چوبیس گھنٹہ کی زندگی میں پھیلے ہوئے ہیں، اس کی ذات کے اعتبار سے، شادی، غمی کے اعتبار سے احکام دیئے ہیں اور خدا نے براہِ راست احکام قرآن مجید میں دیئے، اب ان کا اُسوہ اور نمونہ محمد ﷺ کی ذات کو بنایا کہ اس حکم کو انہوں نے جس طرح ادا کیا اس طرح ادا کرو، اگر انسان اللہ کے حکم کو اپنے طریقہ سے ادا کرے گا تو وہ معتبر نہیں ہوگا، اور اگر حضور ﷺ کے طریقہ پر ادا کرے گا تو وہ مقبول ہوگا، اگر چہ اس کے لئے تھوڑی محنت کرنی پڑیگی اور اگر اللہ تعالیٰ کا ایک حکم بھی اس کی صحیح نوعیت پر مرنے تک کرنا آ گیا تو انسان کامیاب ہے، قرآن کریم میں احکام دیئے گئے مگر ہر حکم کی مکمل ترتیب قرآن مجید میں نہیں بتائی گئی کہ وضو میں عضو کہاں تک دھویا جائے، اللہ نے حکم دیا کہ ذکر کرو یا سجدہ کرو یا رکوع کرو، اب اس کی ترتیب رسول اللہ ﷺ نے بتائی کہ پہلے کھڑے رہو پھر یہ پڑھو، پھر رکوع اس طرح کرو، اس میں یہ پڑھو وغیرہ۔ اللہ والا حکم پورا ہو ہی نہیں سکتا جب

(Varethi)\Bayanat\Border_Bayanate_Hazratji.bmp not found.

تک کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہ اپنایا جائے، اور ہمارا دنیا میں کوئی کام نہیں ہے، نہ بچہ پالنا نہ دکان کرنا بلکہ ہمارا کام صرف اللہ کے حکموں کو پورا کرنا ہے، جو احکام کو مقصد بنائے گا وہ تو احکام کو پورا کریگا، اور جو انسان اپنی خواہشات کو مقصد بنائے گا وہ احکام کو پورا نہیں کرسکتا، آدمی اس راہ میں ترقی اس وقت کرسکتا ہے جب احکام کو پورا کرنا ہی مقصدِ زندگی بنالے، ہمیں تو ہر روز نماز پڑھ کر اس کو حضور ﷺ کے طریقہ سے ملانا ہے اور اس میں جو کمی ہو اس کو دور کرکے اس میں ترقی کرنا ہے، اگر ہم پوری زندگی کھاتے رہیں تو یہ کھانا عبادت نہیں ہوگا جب تک کہ حضور ﷺ کے طریقہ پر نہ کھائیں، اسی طرح سے کمائی، نکاح جب تک حضور ﷺ کے طریقہ پر نہ آجائے وہ اللہ کا چاہا ہوا نکاح اور کمائی نہ ہوگا۔

شیطان تو اس نماز کے پیچھے پڑے گا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اپنایا جاوے

احکام کے پورا کرتے وقت شیطان ہر حکم پر ڈرائے گا اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ شیطان تمہیں (زکوٰۃ دیتے وقت) فقر سے ڈرائے گا، جس نماز میں خشوع وخضوع نہ ہو گریہ وزاری نہ ہو اور صحیح نیت نہ ہو تو شیطان ایسی نماز سے نہیں روکتا اور نہ اس کو اس کی فکر ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ نماز جس میں یہ باتیں نہ ہوں خدا اس کو خود رد کردیگا، مجھے محنت کی کیا ضرورت ہے، اور جس زکوٰۃ میں اخلاص اور حلال کمائی نہیں اس سے میں کیوں روکوں، خود اللہ تعالیٰ اسے رد کردیگا اور اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا والا معاملہ ہوگا، یعنی وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں اکارت گئی اور وہ

سمجھتے رہے کہ وہ خوب کام کررہے ہیں،

شیطان تو اس نماز کے پیچھے پڑے گا جس میں حضور ﷺ کا طریقہ عمل میں لایا جاوے، اور شیطان آئے گا جیسے آدم علیہ السلام کے پاس آیا تھا، وہ ڈرائے گا کہ اگر تم نے اللہ کا حکم پورا کیا تو تمہارا عیش ختم ہوگا، تمہارے ہاتھ سے جنت جاتی رہے گی وغیرہ، تو اس کا توڑ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کے پورا کرنے کو اپنا موضوع بنالے، جیسے ابتداء اسلام میں کوئی اسلام لاتا تھا تو کہتا تھا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُبَایِعُكَ عَلَی الْاِسْلَامِ (میں اسلام پر آپ سے بیعت کرتا ہوں) یعنی میں اسلام کے حکموں پر بِک گیا، اب نہ جان میری اور نہ مال میرا، خدا اور رسول جیسا چاہیں گے یہ دونوں استعمال ہوں گے، اور یہ ارادہ کرلینا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کریں گے، تکالیف اور مصائب مانگنے کا تو حکم نہیں مگر آجائیں تو آدمی برداشت کرلے،

آخرت میں انسان اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہوگا

ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا ''یارسول اللہ! جب میں رات کو گھر پر سوتا ہوں اور آنکھ کھل جاتی ہے تو جب تک آپ ﷺ کو نہ دیکھ لوں یا تہجد میں آپ ﷺ کی قرأت کی آواز نہ سُن لوں وہاں تک چین نہیں آتا اور دوسری مرتبہ آنکھ نہیں لگتی، اسی طرح جب آپ کا خیال آجاتا ہے تو جب تک دکان چھوڑ کر آپ ﷺ کو دیکھ نہ لوں وہاں تک تول نہیں سکتا، یہاں تو میں اس طریقہ سے اپنی تسلی کرلیتا ہوں مگر آخرت میں جب آپ ﷺ جنت کے اوپر کے

(Varethi)\Bayanat\Border_Bayanate_Hazratji.bmp not found

درجہ میں ہوں گے تو وہاں مجھ پر کیا گذرے گی، تو آپ ﷺ نے فرمایا الـمـرء مع من احب (آدمی اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس حدیث سے ایسی ہی خوشی ہوئی تھی جیسی خوشی ان کو اسلام لانے سے ہوئی تھی، کیونکہ صحابہ کرام کو جنت و دوزخ مستحضر تھی، وہ سمجھتے تھے کہ اسلام کی دولت نہ ملتی تو ہم جہنم کے کیسے عذاب میں ہوتے، اسی طرح انہیں اس حدیث سے خوشی ہوئی، کیونکہ اُن میں سے ہر ایک کو آپ ﷺ سے انتہائی محبت تھی، اور جب آدمی کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کو اس کے بغیر چین نہیں آتا اگرچہ محبت کی راہ میں مشقتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں،

ایک موقع پر حضور ﷺ تین چار روز سے فاقہ سے تھے، ایک صحابی نے تاڑ لیا، اُن کے پاس بھی کچھ نہ تھا اس لئے محنت کرکے کچھ کھجوریں لائے اور آپ ﷺ کی خدمت میں ان کو پیش کردیا، آپ ﷺ نے پوچھا: کہاں سے لائے؟ تو انہوں نے سارا قصہ عرض کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، فرمایا: اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو تم مصائب کے لئے تیار ہو جاؤ،'' بھائی بات یہ ہے کہ آدمی کو جس سے محبت ہوتی ہے تو اس محبوب کے اثرات اس میں بھی آجاتے ہیں، حتیٰ کہ بعض وقت محبّ کا رنگ بھی بدل جاتا ہے، دیکھئے حضور ﷺ دائم الاحزان تھے تو جو آپ ﷺ سے محبت کرے گا تو اس میں بھی یہ چیزیں آئیں گی، آپ ﷺ نے کبھی اپنی خواہش پوری نہیں کی اور دنیوی لذات کو حاصل نہیں کیا، یہ دوسری بات ہے کہ آپ ﷺ کو پوری رات تہجد پڑھنے میں مزہ آتا تھا، چنانچہ بعض وقت آپ ﷺ کے قدمِ مبارک پر اتنا ورم آیا کہ ران تک سوج گئی،

ابتداء اسلام میں تکلیف کی خوب مشق کرائی اور صحابہ کرام احکام پر پڑ گئے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ام سلمہؓ سے عرض کیا کہ آپ نے حضور ﷺ کے ساتھ جو سب سے بہتر کھانا کھایا ہو وہ مجھے کھلائیے، تو کہا ٹھہرو! پھر آپ رضی اللہ عنہا نے جَو لیکر پیسے اور پھونک مار کر کچھ اُڑا دیا اور اس پر زیتون ڈال دیا اور پھر فرمایا: یہ ہے حضور ﷺ کا بہترین کھانا، ایک مرتبہ کہیں سے ران آئی تو اس کو یا تو حضرت عائشہؓ نے پکڑا اور آپ ﷺ نے کاٹا یا اس سے الٹا ہوا یعنی آپ ﷺ نے پکڑا اور حضرت عائشہ نے کاٹا، کسی نے کہا: یہ چراغ کے اجالے میں ہُوا؟ کہا: اگر اتنا تیل ہوتا تو فاقہ کیوں کرتے اسی کو پی لیتے، ابتداءِ اسلام میں ان تکالیف کی خوب مشق کرائی تا کہ شیطان کا ہتھیار اُن پر نہ چلے، یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ احکام پر پڑ گئے اور ایسے پڑے کہ حکم میں تھوڑی سی کمی بھی برداشت نہ کر سکتے تھے، جیسے حضرت ابوطلحہؓ اور دوسرے صحابی کی نماز کا واقعہ ہے کہ باغ میں نماز پڑھ رہے ہیں، باغ کے دھیان سے نماز کا خشوع وخضوع جاتا رہا تو کہا کہ اس باغ سے میرے خشوع میں خلل پڑ گیا اس لئے میں اس کو رکھ نہیں سکتا اور اس کو صدقہ کر دیا، یہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے حکموں کی تعمیل کو موضوع بنایا تھا،

جیسا حکم ویسے آداب

اب یہ حکم جتنا بڑا ہوگا اتنے ہی اس کے آداب ہوں گے اور اس پر ویسے ہی احوال بھی مرتب ہوں گے، مثلاً قرآن کریم کی تلاوت کے آداب ہیں، استغفار کے آداب ہیں، رکوع اور سجدہ کے آداب ہیں، اسی طرح نماز کے اصول اور آداب ہیں،

گھر میں رہن سہن اور سفر کے آداب ہیں، مثلاً گھر میں ایک امیر ہوگا، چند گھرانے ہوں تو ان میں ایک امیر ہونا چاہئے، سفر میں بھی ایک امیر بناؤ، اسی طریقہ سے حضور ﷺ نے فرمایا انا لکم کالأب (میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں) اب ہم نبی والے علوم جس سے لیں گے اس کو بھی ہم باپ کی نگاہ سے دیکھیں گے، اور باپ کے آداب بھولنے کے لئے نہیں ہیں، اس کی طرف گھور کر نہ دیکھو، اگر تمہاری رکابی میں ہڈی اور گوشت ہے تو تم گوشت مت کھاؤ، شاید باپ کے دل میں کھانے کا خیال ہو، سونے کے آداب ہیں، مثلاً بغیر دیوار والی چھت پر نہ سو، اسی طرح تعلیم وتعلّم کے بھی بہت سے آداب ہیں، ادب سے بیٹھنا، پاؤں نہ پھیلانا، دھیان سے سننا وغیرہ، بہر حال ہر چیز کے آداب ہیں، تمام آداب کا مجموعہ دین کہلاتا ہے، مسجد اس وجہ سے محترم ہے کہ وہ سجدہ کی جگہ ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان حکم نماز پورا ہوتا ہے، تو جس مسلمان سے بہت سے احکامِ الٰہیہ پورے ہوتے ہوں وہ کیوں قابلِ احترام نہیں ہوگا، حضرت عمرؓ نے کعبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تو محترم ہے مگر مسلمان تجھ سے بھی زیادہ محترم ہے اس کی جان بھی محترم اور اس کا مال بھی محترم،

پہلے محبت کا بیج بویا گیا

جب آدمی گھر سے نکلنا چاہے تو گھر سے چار رکعت پڑھ کر نکلے، یہ نماز اس کا خلیفہ ہوگی، اور اس کے گھر پر رہنے سے جو کام بنتے تھے وہ اس کے بعد بھی چار رکعت سے بنیں گے، سفر میں ساتھیوں کے ساتھ ساتھ رہے، ساتھ سوئے، متفرق نہ

ہو، یہ تفرق شیطان کی طرف سے ہے، پہلے تو حضور ﷺ کی محبت کا بیج بویا گیا، فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ پھر ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ کی محبت پیدا کی گئی اور ان کے ذریعہ محبت پھیلائی گئی یہاں تک کہ کہا کہ ہر مسلمان سے محبت کرے کیونکہ وہ حضور ﷺ کا امّتی ہے، ایک عورت کا جنازہ جا رہا تھا، لوگوں نے کہا: اُسکا جنازہ احترام سے لے جاؤ، یہ مسجد کے پتھر دھونے میں ہمارے ساتھ تھی، دیکھو جب یہ قالین چونا مسجد میں آ گیا تو اب یہ بھی قابلِ احترام ہو گیا، اگر تم نے اپنے دل میں یہاں کی روشنی اور قالین کو نفرت سے دیکھا تو تم محبت کے باب میں گر گئے، اور ان نقشوں کو لے کر گئے جو یہاں موجود ہیں اور سوچا کہ ہم بھی ایسے نقشے قائم کریں گے تو تم طاعت کے بارے میں ٹھوکر کھا گئے، اعتدال کی ضرورت ہے، مجنوں دیندار تھا، حضرت امام حسن نے کہا: یہ تو کیسا مسلمان ہے؟ کہا: حضرت! محبت تو میرے قبضہ میں نہیں اور شریعت کے خلاف میں نے کچھ کیا نہیں، مجنوں ایک کتے سے محبت کرنے لگا، لوگوں نے پوچھا تو اس نے کہا: اس کی آنکھ میں لیلیٰ کی آنکھ کی کچھ مشابہت ہے، جب غیر جنس میں محبوب کی مشابہت پائی جانے سے محبت کی جا سکتی ہے تو یہ مسلمان تو حضور ﷺ جیسا سجدہ کرتا ہے تو کیا یہ قابلِ محبت نہیں؟ حضور ﷺ نے جو نقشے قائم کئے تھے ان میں سب سے پہلے مسلمان کا مسلمان کے ساتھ کا تعلق ہے اور یہ تعلق اور اتحاد اس وقت قائم ہوگا جبکہ مسلمان کے مسلمان کے ساتھ رہنے کا جو طریقہ بتلایا گیا ہے اس پر عمل ہوگا، یہ مال سے قائم نہ ہوگا، اگر ہم نے نماز پڑھی مگر غیبت کر لی تو تمام کمایا ہوا چلا گیا، اس طرح اتحاد پیدا نہیں ہوگا،

اسلامی اصول سے آپس میں جوڑ پیدا ہوگا،

آپس کے اجتماع کی ضرورت

آج حکومتوں کے سفراء ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور وفود کا تبادلہ ہوتا ہے اور اس پر لاکھوں کا خرچ ہو رہا ہے مگر دل نہیں جڑتے، لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ اِنَّہٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ جب تم اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے اصول کو برتو گے تو خدا تعالیٰ تمہارے درمیان اتحاد پیدا کر دیگا وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا (تم سب اللہ تعالیٰ کی رسّی کو تھام لو) اس پر عمل ہوگا تو اس سے تمہیں بہت بڑی طاقت ملے گی، اگر ہم معاشرت کے اصول توڑیں گے تو اس کا نقصان ہمیں بھگتنا پڑیگا، اگرچہ ہم میں حضور ﷺ والی نماز ہو اور اگرچہ آخرت میں نمازوں پر درجات ملیں اور اگرچہ ہم مستجاب الدعوات ہوں، حضرت سعدؓ بڑے مستجاب الدعوات تھے، ایک آدمی نے کہدیا: سعد مال کی تقسیم صحیح نہیں کرتے اور نماز ٹھیک سے نہیں پڑھتے، ان کو غصہ آ گیا اور بددعاء کر دی کہ اے اللہ تو اس کی عمر لمبی کر دے اور اس کو کثرت سے اولاد دے اور مال نہ دے اور اس کو فتنہ میں مبتلا کر دے، اس سے اس کی یہ حالت ہوئی کہ راستہ چلتے عورتوں کو چھیڑا کرتا اور جب لوگ ڈانٹتے تو کہتا کہ میں ایسا نہیں ہوں مگر سعد کی بددعا سے یہ سب ہو رہا ہے، مگر ایسے بزرگوں کے باوجود ان کے زمانہ میں لاکھوں کا خون خرابہ ہوا، کیونکہ مسلمانوں کا جوڑ ختم ہو چکا تھا، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت علی رضی اللہ عنہم کو کوئی برا بھلا کہہ رہا تھا، حضرت سعد نے کہا: چپ ہو جاوہ تو ایسے ایسے نیک تھے ورنہ میں بددعاء کر دونگا، اس نے کہا:

تم ایسے دھمکی دے رہے ہو جیسے کوئی نبی دھمکی دے رہا ہو، اس پر آپ نے نماز پڑھ کر بد دعاء کی کہ یا اللہ! اگر اُن حضرات کا تیرے یہاں کوئی مقام ہو تو تُو اِسکو تباہ کر، چنانچہ اس کے بعد ایک اونٹ آیا اور اس نے اس کی گردن توڑ دی، آج مسلمان ہر چیز کو اپنا موضوع بناتا ہے، نماز سیکھتا ہے مگر وہ بدلنا نہیں چاہتا، اپنی اصلاح نہیں چاہتا، جھکنا نہیں چاہتا، حضرت عثمان سے حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت حسنؓ میں سے ہر ایک باغیوں سے مقابلہ کی اجازت چاہتا تھا مگر آپؓ فرماتے: میں اپنی محبت اور قرابت کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ اپنے گھروں میں بیٹھ جاؤ،

آپس میں دین کے معاملہ میں اختلاف کے باوجود صحابہ کرام کے اندر جوڑ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؓ نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ عرش کا پایہ تھامے کھڑے ہیں اور حضرات شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آپ کے شانوں پر ہاتھ رکھے کھڑے ہیں، آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک ہے اور شکایت کررہے ہیں: یا اللہ! میری امت سے پوچھ کہ انہوں نے میرے عثمان کو کیوں قتل کردیا، پھر دیکھا کہ عرش کے دونوں طرف سے دو پَرنالے گر رہے ہیں، تو اس کی تعبیر جنگِ جمل اور جنگِ صفین تھی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلہ کی یہ صورت نہ ہوتی تو یہ امت پہلی صدی میں ہی پتھروں کی بارش سے ہلاک ہوجاتی، مگر مسلمانوں کے اس قدر اختلاف کے باوجود وہ ایک دوسرے کی صراحۃً تعریف کرتے، اس زمانہ میں نِری سیاست نہ تھی، اب تو

(Varethi)\Bayanat\Border_Bayanate_Hazratji.bmp not found.

ہمارا بول سراسر سیاست ہے اور نظامِ زندگی ایسا ہے کہ اس سے جوڑ ختم ہو، بھائی حضرت علیؓ کے لشکر میں سب ہی چیزیں تھیں نمازیں بھی تھیں اور ایسی نمازیں کہ نماز کے وقت حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھنے حضرت معاویہؓ کے لشکر سے لوگ آتے اور کہتے: نماز تو حضرت علیؓ کی اچھی ہے، اور ان کے لشکر میں کھانے جاتے کیونکہ معاویہؓ کے یہاں کھانا اچھا بنتا تھا، لیکن اس زمانہ میں اس قدر آپس کے اختلاف کے باوجود مسلمان دوسروں کے مقابلہ میں ایک تھے، مگر آج تو یہ حالت ہے کہ دوسروں سے جوڑ ہوسکتا ہے مگر اپنوں سے جوڑ نہیں ہوسکتا، جوڑ کے لئے ضروری ہے کہ آدمی تواضع اختیار کرے اپنے آپکو کچھ نہ سمجھے، اسی لئے صوفیاء کرام کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اور اپنے کام کو کچھ نہ سمجھے تب آدمی اللہ کا اور لوگوں کا پیارا بنتا ہے، آدمی نماز پڑھے پھر استغفار کرے کہ میں گندہ اور ناپاک ہوں، میری نماز حق تعالیٰ کے شایان شان نہیں،

ایک بادشاہ نے علماء وصوفیاء کے بارے میں معلوم کرنا چاہا کہ ان میں کون افضل ہے، تو اس کو وزیر نے یہ ترکیب بتائی کہ انکو آگے پیچھے بلاؤ اور کہو کہ جو تم میں افضل ہو وہ مجھ سے پہلے ملے، پہلے علماء کی جماعت آئی، اب دروازے پر یہ جھگڑا ہے کہ میں پہلے داخل ہوں کیونکہ میں افضل ہوں، مجھ میں یہ خوبی ہے، ہر ایک اپنی خوبیاں بیان کررہا ہے، اس کے بعد صوفیاء کی جماعت آئی، ان کو کہا گیا کہ تم میں سے جو افضل ہو وہ پہلے داخل ہو تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بڑھا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ حضرت! آپ بڑھیں آپ میں یہ خوبی ہے، آج ہماری سب سے بڑی بیماری یہی کبر ہے کہ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا وَّلَا فَسَادًا پر عمل کرنا نہیں آتا اَذِلَّةٍ

عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ کو پڑھ تو لیا مگر اس پر عمل کرنا نہیں آتا، جب تک اپنے کو بے مقام سمجھو گے جوڑ قائم رہے گا اور اگر زبان سے تو کہہ رہے ہو کہ ہم کچھ نہیں مگر دل میں دوسری بات ہے تو یہ نفاق ہے، نفاق کے ساتھ اتفاق کبھی پیدا نہیں ہوسکتا، اور اگر زبان اور دل دونوں سے اپنے آپ کو ہیچ سمجھا تو یہ ایمان ہے، اس صورت میں اتحاد پیدا ہوسکتا ہے، اور اگر تم میں سے یہ بیماری نہ نکلی تو پھر تمہارے نکلنے سے لوگوں میں جو تفرقہ ہے اس کا علاج کیسے ہوگا،

جب مسلمانوں سے جوڑ کے اصول ٹوٹ جاتے ہیں تو حضرت سعد اور حضرت سعید کی دعائیں بھی ان کو جوڑ نہیں سکتیں، اور خون کو بہنے سے نہیں روک سکتیں، اور ایسے ایسے لوگوں کا خون ہُوا کہ جن پر عشرۂ مبشرہ عش عش کیا کرتے تھے، امیر اس وقت صحیح امیر بنے گا جب کہ امیر یہ سمجھے کہ مجھ سے کچھ نہیں ہوتا ان مامورین کی وجہ سے کام چلتا ہے،

امیر بنانے کا فائدہ اور امیر کی اطاعت

حضور ﷺ نے ایک جماعت بھیجی، اس میں کسی کو امیر نہیں بنایا بلکہ ویسے ہی جماعت بھیج دی تو ان میں اختلاف پیدا ہوا، اور ان میں تین جماعتیں بن گئیں، اور انہوں نے اپنے اپنے طرز پر کام کیا، جب آپ ﷺ کی خدمت میں پہونچے تو آپ ﷺ کو ناپسند آیا کہ میں نے مجتمع بھیجا تھا اور تم متفرق ہو کر آئے، تم سے پہلے امّتیں اسی لئے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے آپس میں تفرقہ کیا، اب سے جو جماعت بھیجی جائے گی اس میں ایک امیر ہوگا اور امیر وہ بہتر ہوگا جو بھوک پیاس کا تحمل کر سکے، امیر کے ساتھ ایک پُرانا بھی ہوتا کہ امیر کی اصلاح ہوتی رہے اور وہ

بگڑنے نہ پائے، امیر کو چاہئے کہ رشتہ داری اور تعلق کی وجہ سے رائے قبول نہ کرے، اگر رشتہ دار کی رائے صحیح ہو تو ایسی ترکیب اختیار کرے جس سے معلوم ہو جائے کہ صرف رشتہ داری اور تعلق کی وجہ سے رائے قبول نہیں کی ہے بلکہ اس میں یہ مصلحت اور حکمت ہے، اور ہر پرانا مستقل کام لیکر نہ بیٹھے بلکہ پرانے آپس میں مل کر کام کرتے رہیں، امیر تو مشورہ کر کے رائے معلوم کرے گا پھر جو فیصلہ وہ کرے گا اس پر عمل کرنا ہوگا، البتہ حرام میں امیر کی اطاعت نہ کرو، مثلاً سفیر صاحب نے جماعت کی دعوت کی اور اس میں شراب کباب بھی ہے تو تم اس میں شریک نہ ہو، چاہے امیر کہے کہ سفیر کی دعوت قبول نہ کرو گے تو وارنٹ نکلے گا اور جماعت کو روانہ کر دیں گے تب بھی شریک نہ ہو، اگر امیر شریک ہوگا تو یہ کام اس نے بُرا کیا، مگر اس کے بعد جب امیر تعلیم وغیرہ کرے تب اس میں شریک ہو جاؤ، جب تک یہ تمہارا امیر ہے حق میں اس کی اطاعت کرو، صحابۂ کرامؓ کا عمل دیکھو، وہ بزرگ صحابہ جو حضور ﷺ، صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی امارت میں چلے تھے وہ یزید کی امارت میں بھی چلے، حضرت ابوایوبؓ ایک مرتبہ شریک نہ ہوئے تو اس پر ساری عمر افسوس کرتے رہے، بہرحال اجتماع کو قائم رکھنے کے لئے جب تک ہمیں سب کو جوڑنا نہ آئے تب تک ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ ہمیں کام کرتے نہیں آیا، و ما علینا اِلا البلاغ

(ختم شُد)

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

بیان: حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سب کچھ خدا کے چاہنے سے ہوتا ہے

''لا الہ'' میں کائنات سے یقین کاٹنا ہے اور ''الا اللہ'' میں اللہ تعالیٰ سے یقین کو جوڑنا ہے، اب کائنات میں زمین، آسمان، فرشتے اور انبیاء کرام علیہم السلام سب آ گئے، یعنی وہی ہوگا جو خدا چاہے گا مخلوق کا چاہا ہوا ہرگز نہیں ہوگا، سورج روشنی کا مرکز ہے مگر خدا کے چاہنے سے روشنی آتی ہے، خدا تعالیٰ نہ چاہے تو روشنی نہ آئے، اسی طریقہ سے انبیاء کرام علیہم السلام ہدایت کے مراکز ہیں مگر خدا کے چاہے بغیر ہدایت نہیں مل سکتی، اور اگر خدا ہدایت دینا چاہے تو نبی کے نہ چاہنے کے باوجود دے دیتے ہیں، اور ابوطالب کے لئے آپ ﷺ نے بہت ہدایت مانگی اور اس کے لئے بہت کوشش بھی کی اور آپ ﷺ مغموم بھی ہوئے، اس پر حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ، اسی طریقہ سے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے بہت حربے آزمائے مگر خدا تعالیٰ نے اسکے کندھوں پر چڑھوا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پال کر بتلایا حالانکہ وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ مجھے تو یہ وہی غلام معلوم ہوتا ہے جس کے ہاتھ پر میری ہلاکت ہے، اسی طریقہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مٹی سے پرندے بنوا کے اُڑائے، اگر خدا نہ چاہتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ نہ کر سکتے، تو ہدایت، ضلالت، زندگی اور موت، علم وغیرہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، وہ جسے چاہیں علم دے دیں اور جسے چاہیں جاہل رکھیں،

اللہ کے علم میں گننے والے بڑے عقلمند ہوتے ہیں، ایک مرتبہ ایک بادشاہ نے اپنے وزراء سے پوچھا: اس حوض میں کتنا پانی ہوگا؟ تو سب حیران رہ گئے، ایک طالب علم جو اپنے سبق میں مشغول تھا اس کو پکڑ کر لے گئے، بادشاہ نے اس سے پوچھا: اس حوض میں کتنا پانی ہوگا؟ تو اس نے کہا: لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ یہ تو بہت موٹی بات ہے، یہ جواب تو پیالہ پر موقوف ہے، اگر پیالہ اس حوض کے برابر ہو تو اس حوض میں ایک پیالہ پانی ہوگا اور اگر پیالہ اس حوض سے آدھا ہو تو دو پیالے پانی ہوگا، اور اسی پر قیاس کر لو،

تمام انبیاء والے راستے بند ہوگئے سوائے محمد ﷺ کے راستہ کے

کلمہ کی محنت کے لئے مشاہدات اور شکلوں سے یقین کاٹنا ہوگا کہ ان شکلوں سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ سب کچھ خدا سے ہوتا ہے، اسی طرح دوسرا یقین یہ بٹھانا ہوگا کہ خدا سے استفادہ کے لئے چیزوں والا راستہ نہیں بلکہ محمد ﷺ والا اور اعمال والا راستہ اختیار کرنا ہوگا کہ سر سے لیکر پیر تک تمام اعضاء سے وہ کام کئے جاویں جو محمد ﷺ والے ہیں، اب تمام انبیاء والے راستے بند ہوگئے سوائے محمد ﷺ والے راستہ کے، اس یقین کے لئے کلمہ والی نماز سیکھو، نماز ہمارے سارے اعضاء کے اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہونے کی ایک شکل ہے، جیسے تجارت، سیاست، پہلوانی، زراعت وغیرہ انسان کے اعضاء کے غیروں کے لئے استعمال ہونے کی شکلیں ہیں، ہماری ذات کا استعمال سر سے لیکر پیر تک خدا کے احکام کے اعتبار سے ہو، یہ نماز ہے، نماز تمام شکلوں کے مقابلہ میں خدا سے استفادہ کی شکل ہے کہ خدا چاہیں گے تو بڑی

سے بڑی شکل کو اپنی قدرت سے کمزور کر دیں گے، خدا سے استفادہ کیلئے شکلوں سے نکلنا ضروری ہے، حتی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں جب مخلوق کو غلط یقین آ گیا تو خدا تعالیٰ نے دوسرے نبی کو بھیجا، یعنی جب نبیوں پر لوگوں کا یقین نبوت سے ہٹ کر الوہیت پر آ گیا تو خدا تعالیٰ نے پہلے نبی کو اُٹھا کر دوسرے نبی کو بھیجا، انبیاء کرام علیہم السلام کی مدد کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور ان کے متبعین کی مدد کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ ہی ہیں،

مقابلہ دو چیزوں سے ہے

دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام جیل سے اپنی ترکیب سے نہ نکل سکے، انہوں نے خود جو ترکیب کی تھی اس میں وہ ناکام ہوئے، خدا نے اس چھوٹنے والے کو ہی یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا بھلا دیا، اور جب خدا تعالیٰ نے نکالنا چاہا تو خواب کے ذریعہ نکلوایا، تو مقابلہ دو چیزوں سے ہے، کائنات سے نہیں ہوتا صرف خدا سے ہوتا ہے، اور دوسرا مقابلہ راستہ کا ہوگا کہ کسی راستہ سے کامیابی حاصل نہیں ہوگی کامیابی صرف حضرت محمد ﷺ کے راستہ سے حاصل ہوگی، جب دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے راستے آپ ﷺ کے ذریعہ مسدود ہو گئے تو اب یہ روس اور امریکہ کے راستے کیسے کھلے رہ سکتے ہیں، یہ سب راستے تو آپ ﷺ کے قدموں کے نیچے ہیں،

کاش یہ بات تمہاری سمجھ میں آ جاوے، اس کائنات کا سارا نظام صرف حق تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ہر نظام پر فرشتے قائم ہیں، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ کے پاس پہاڑوں کے فرشتے آئے کہ آپ

(Varethi)\Bayanat\Border_Bayanate_Hazratji.bmp not found

کہیں تو ان کو پہاڑوں کے درمیان کچل دیں، ہوا کے فرشتے آئے کہ آپ کہیں تو پانی برسا کر ہم آگ کو بجھا دیں، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں، میرا رب مجھے کافی ہے، اس کا نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کو آگ رکھتے ہوئے اس کو گلزار بنا دیا اور بتلا دیا کہ ہم چاہیں تو چیزوں کی شکلوں کو باقی رکھتے ہوئے ان کی صفات کو بدل دیں،

نماز پر کامیابی حاصل کرنے کے لئے پانچ چیزیں ضروری ہیں

تو بھائی نماز پر محنت کر کے اپنے آپ کو محمد ﷺ والے طریقہ پر لے آؤ، اور اس نماز کو ٹھیک کرنے کے لئے پانچ یقین ٹھیک کرنے ہیں، (۱) لا الہ الا اللہ کا یقین کہ روس، امریکہ، ہندوستان اور تمام حکومتیں جو چاہیں وہ ہرگز نہیں ہوگا بلکہ حضرت محمد ﷺ والی نماز پڑھ کر ہم خدا سے جو مانگیں گے وہ ہوگا (۲) ہم مسئلہ کے حل کے لئے نماز نہ پڑھیں بلکہ نماز اس لئے پڑھیں کہ خدا اس وقت ہماری ذات کا استعمال اس طریقے سے چاہتے ہیں اور نماز اس لئے پڑھیں کہ اس میں خدا تعالیٰ کی رضامندی ہے، حضرت محمد ﷺ نے جو کچھ کیا خدا سے لینے کے لئے نہیں بلکہ خدا کو راضی کرنے کے لئے کیا، جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: آپ بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنی مشقت کیوں اُٹھاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: افلا اکون عبداً شکوراً (کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟)

(۳) تیسری چیز پوری نماز میں اللہ ہی کا دھیان رہے اور اگر اس میں وہ دھیان آ جائے جو خدا تعالیٰ نے دلایا ہے، جیسے جنت کا دھیان، دوزخ کا دھیان وغیرہ، تو یہ

اس کے مخالف نہیں، تو تین چیزیں پیدا ہو جائیں (۱) کلمہ والا یقین (۲) مقصد رضائے الٰہی ہو (۳) خدا کا دھیان

(۴) چوتھی چیز اس نماز کے لئے داخلی علم حاصل کیا جاوے، نماز میں خارجی علم نہیں چلے گا، مطاف میں دعائیں پڑھنے کے لئے کتاب چل سکتی ہے لیکن نماز ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے مخلوق سے الگ ہوکر اور ہٹ کر پڑھنا ہے، اس لئے اس میں اندر والا علم چاہیئے، اقرأ باسم ربك حضور ﷺ کو اندر دیکھ کر نہیں پڑھوایا جا رہا ہے بلکہ پہلے قرآن آپ کے اندر اُتارا گیا، تقویٰ، توکل، یقین تمام صفات آپ کے اندر آئیں، اب آپ جو کچھ بولتے ہیں وہ اندر کی مایہ اور اندر کے نور سے بولتے ہیں، حضرت محمد ﷺ کی زندگی قرآن ہے اور قرآن حضرت محمد ﷺ کی زندگی ہے، تیرہ سال تو آپ ﷺ نے اس اِقرأ پر مکہ میں محنت کی اور چھ سال مدینہ منورہ میں محنت کی، یعنی اس قرآن کو اپنے صحابہ کرام کے اندر اُتارنے کی محنت کی، یہاں ظاہری قرأت مراد نہیں ہے، دیکھئے صلح حدیبیہ میں محمد رسول اللہ کہاں لکھا ہے؟ وہ آپ کو پوچھنا پڑا (۵) پانچویں چیز اپنے اندر نماز کے فضائل کا علم لے لو، جب ان پانچ چیزوں پر نماز آجائے گی تو اس پر کامیابی حاصل ہوگی،

حق تعالیٰ ہمیں اور پوری امّت کو توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

بیان: حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بمقام: مسجد نبوی ﷺ بوقت روانگی وفود

تاریخ: ۱۶ مئی ۱۹۶۴ء

الحمد للّٰه نحمده و نستعينه و نستغفره و نعوذ باللّٰه من شرور انفسنا و من سيّئات اعمالنا، من يهده اللّٰه فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له، و نشهد ان لا اله الا اللّٰه و نشهد ان محمداً عبدهٗ و رسولهٗ صلى اللّٰه تعالىٰ عليه و علىٰ آله و اصحابه اجمعين۔

قال اللّٰه تعالىٰ في كتابه الكريم، فاعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم، بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم، الٓمّٓ o ذلك الكتٰب لا ريب فيه هدى للمتقين o الذين يؤمنون بالغيب و يقيمون الصلٰوة و ممّا رزقنٰهم ينفقون o والذين يؤمنون بما انزل اليك و ما انزل من قبلك و بالآخرة هم يوقنون o اولٰئك علىٰ هدًى من ربهم واولٰئك هم المفلحون o

وقال تعالىٰ: انك لا تهدى من احببت ولكن اللّٰه يهدى من يشاء۔ وقال تعالىٰ: والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا۔ وقال تعالىٰ: و من جاهد فانما يجاهد

لنفسہ۔ وقال تعالیٰ: اھدنا الصراط المستقیم ط صدق اللّٰہ العظیم۔ اما بعد:

بزرگو اور دوستو! انسان کے لئے محنت کے مختلف راستے ہیں چیزوں کے اعتبار سے زراعت، حکومت، ملازمت اور تجارت کئی راستے ہیں اور اعمال کے لحاظ سے بھی کئی راستے اور شعبے ہیں، آج دنیا میں ہر فن سیکھا جاتا ہے، دنیا میں جو لوگ اپنا فن سکھاتے ہیں وہ فن کے ساتھ اپنا طریقہ بھی سکھاتے ہیں تاکہ فن سیکھنے کے بعد ان کے طریقہ کے موافق رہے مخالف نہ ہوجائے،

یہ خیال رکھیں کہ ہم مسلمان ہیں

ایک طرف محنت یہ ہو رہی ہے کہ لوگ اپنے اپنے دماغ کے اعتبار سے چیزوں کو دیکھیں اور ان پر محنت کریں، اس وقت مسلمان فنون کے امام نہیں بلکہ دوسروں کے مقتدی ہیں، دوسروں سے فنون سیکھنا منع نہیں مگر مسلمان اس کو سمجھے اور یہ خیال رکھے کہ ہم مسلمان ہیں، ہماری چوبیس گھنٹہ کی زندگی تو حضرت محمد ﷺ والی ہونی چاہئے، وہ لوگ ہمارے امام نہیں ہیں اور اُن کے طریقہ پر ہم اپنی زندگی نہیں ڈالیں گے، آج تو عام حالت یہ ہے کہ آدمی جس سے فن سیکھتا ہے اس کو گویا اپنا نبی اور اپنا امام بنا لیتا ہے اور سر سے پیر تک اپنی زندگی اس کے طرز پر ڈال دیتا ہے، حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں بھی اپنے طریق زندگی کو نبی والا بنایا، اسی طرح حضرت علیؓ کوفہ میں سالہا سال رہے، بکثرت اموال اور اسباب آئے لیکن اپنا طرزِ زندگی نہیں بدلا، ایک گورنر کو فرمایا: مجھ سے مل کر جانا، جب ملنے کے لئے گئے تو ایک سامان نکالا، اس کو کھول کر اس میں سے ایک دوسری چیز نکالی،

اس میں سے تیسری چیز نکالی، میں سمجھا کہ اس میں جواہرات ہوں گے مگر جب اس کو کھولا تو اس میں سے ستو نکلا اور فرمایا: میں یہ ستو مدینہ سے لایا ہوں اور اس کو اِس قدر باندھ کر اس وجہ سے رکھتا ہوں تاکہ اس میں کوفہ کی مٹی تک نہ جائے، ہم حکومت میں رہ کر بھی حضور ﷺ کی زندگی پر باقی رہنا چاہتے ہیں، اسی طرح آپ کے سامنے فالودہ پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تو بھی مزیدار، تیرا رنگ بھی اچھا، تیری صورت بھی اچھی، مگر حضور ﷺ نے تجھ کو نہیں کھایا اس لئے میں بھی تجھ کو نہیں کھاؤں گا، تو جس طریقہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے زندگی بھر آپ ﷺ کے نقشِ قدم کو نظروں کے سامنے رکھا آج ہم نے یہ طریقہ ان لوگوں کے ساتھ اختیار کر رکھا ہے جن سے سِفلی (دنیوی) علوم ملتے ہیں، یاد رکھو اُن سے ان علوم کے سیکھنے میں مضائقہ نہیں مگر آپ اپنا طرز زندگی کیوں بدلتے ہو؟ حالانکہ یہ لوگ اصلاح میں اور جرائم کے روکنے میں ناکام ہیں، شراب روکنے کی کس قدر کوشش کی مگر ناکام ہو گئے، یہ لوگ حیوانیت، شیطانیت اور بدمعاشی پھیلانے میں ماہر ہیں مگر انسدادِ جرائم میں ناکام ہیں، اور آپ ﷺ حیوانیت و درندگی والے، جرائم والے اور شراب والے علاقہ اور معاشرہ میں تشریف لائے اور آپ ﷺ کی برکت سے تمام جرائم بند ہو گئے اور اگر کسی سے چوری ہو گئی یا زنا ہو گیا تو خود اقرار کر کے اس نے اس کی سزا بھگتی اور اگر اس زانی پر کسی نے کوئی سخت لفظ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر تمام مدینہ والوں پر تقسیم کی جائے تو تمام کو کافی ہو جائے، جب شراب کا حکم آیا تو جس طرح دریا بہتا ہے ایسے سڑکوں پر شراب بہنے لگی، پردہ کا حکم آیا تو صبح کی نماز میں بغیر پردہ کے کوئی عورت نہ آئی،

انسان کی کامیابی کا معیار

انسان کی کامیابی کا معیار چیزیں نہیں ہیں، آج لوگ یــأکــلون کما تــأکــل الانــعام والنار مثوی لھم کی سی زندگی گزارتے ہیں، لیکن سنو! اگر چیزوں کو معیار بنا کر زندگی گزار دی تو آخرت میں چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا اور اس دنیا میں بھی آخرکار پریشان ہوں گے، یہ مضمون پورے قرآن میں پھیلا ہوا ہے کہ جب بداعمالیاں اپنی انتہا کو پہنچیں گی تو یہ تمام نقشے انسان پر تباہی لائیں گے اور آدمی اُس وقت سمجھے گا اور یقین کرے گا جب اس کے سامنے یہ تباہی آکر کھڑی ہوگی

دوسرا طریقہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے اور وہ اعمال والا طریقہ ہے، اعمال والا طریقہ اختیار کرو خدا تمہیں کامیابی عطا فرمائیں گے، انبیاء علیہم السلام تو کامیابی کے دھوکہ سے نکال کر حقیقی کامیابی دلانے کے لئے آئے ہیں، حقیقی کامیابی الگ شے ہے اور کامیابی کا دھوکہ الگ چیز ہے، اسی واسطے اس دنیا کو دارالغرور فرمایا، حضرت محمد ﷺ حقیقی کامیابی والا راستہ لے کر آئے ہیں، آج اگر تم بڑی بڑی حکومتوں اور نقشوں والوں کو تنہائی میں لے جا کر پوچھو تو معلوم ہوگا کہ سب پریشان ہیں اور حضرت محمد ﷺ کے زمانہ میں ہر ایک ایمان والا اپنی اپنی جگہ مطمئن تھا، خدا چیزوں کی زیادتی اور کمی پر عزت نہیں دیتے، خدا کے یہاں ہوائی جہاز اور گدھا دونوں برابر ہیں، بس جو جس حال میں ہو اپنے آپ کو اعمالِ محمدی ﷺ پر لے آئے اسی میں کامیابی ہے، دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام گدھے پر ہوتے ہوئے محبوبِ خدا ہیں اور بہت سے ہوائی جہاز پر اُڑنے والے خدا کے نزدیک مبغوض ہیں، جو کسی وقت گدھوں پر بیٹھتے تھے آج اس حالت میں ہیں کہ اپنے متعلق ایک لفظ برداشت نہیں کر

سکتے، اسلئے کہ آج وہ لاکھوں کروڑوں کی مالیت کے مالک ہیں،

خدا نے جیسے ہر انسان کو منی کے قطرہ سے بنایا، ایک شرمگاہ سے دوسری شرمگاہ میں پہنچایا اور ایک ہی طریقہ سے ماں کے پیٹ میں ہر ایک کی پرورش کی، غذا کے طور پر ناپاک خون پلایا، کچھ دن ماں کے رحم میں رہ کر ہر ایک نکلا اور نکلنے کے بعد ہر ایک کو اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے تاکہ دیکھیں کہ کون اطاعت کرتا ہے اور کون نافرمانی کرتا ہے، پھر ایک مدت کے بعد قبر میں پہنچا دیں گے، وہاں اس کا پیٹ پھٹے گا اور جسم میں کیڑے پڑیں گے، ایک مدت تک اس عالم میں رہے گا، اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ فرمائیں گے اور اس کا حساب کتاب لیں گے، دیکھیں گے کہ اس میں ایمان ہے یا شرک اور اس میں اخلاق ہیں یا بداخلاقیاں، اس کے اعمال دیکھے جائیں گے، بس ان چیزوں کو دیکھنے کے بعد کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ ہوگا،

دنیا کی روشنی بھی وقتی اور چیزیں بھی وقتی

اس وقت وقتی چیزوں کے لئے خدا نے وقتی روشنی دی کہ اس سے تم نفع حاصل کرو اور اگر روشنی نہ ہو تو نفع نہیں حاصل کر سکتے، جیسے عورت نے کہا تھا کہ میں کوفتہ پکا کر لا رہی ہوں، وہ گھر میں گئی، کوفتے پکائے اور کہیں رکھ دیئے، گھر میں کوفتے رکھے ہوئے ہیں مگر اندھیرے میں مل نہیں رہے ہیں، دونوں بھوکے کروٹیں بدلتے رہے، بہرحال روشنی ضروری ہے مگر یہ چیزیں انسان کی اصل مایہ نہیں ہیں، انسان کی اصل مایہ ایمان اور نیک اعمال ہیں، یہ تمام چیزیں کائنات کی مشین سے آئی ہیں اور انسان کی مشین سے اعمال آئیں گے، اور اصل انسان کی مشین ہے، اور یہ کائنات کی مشین تو انسان کے تابع ہے، انبیاء کرام علیہم السلام نے بتلایا کہ تمہارے اعمال کا اثر

کائنات پر ہوگا، اگرتم میں زنا عام ہوا تو خون خرابہ ہوگا اور اگر زکوۃ بند ہوئی تو بارش رُکے گی، بہرحال کائنات کی مشین سے چیزیں آئیں گی اور انسان کی مشین سے اعمال آئیں گے، اس کائنات کی چیزیں بھی وقتی ہیں اور ان سے جو سکون اور عیش حاصل ہوتا ہے وہ سکون اور عیش بھی وقتی، اس کائنات کی روشنی بھی وقتی ہے اور اللہ نے اس وقتی روشنی پر ہم سے محنت نہیں کرائی، بغیر کچھ محنت کے چیزیں دکھانے کے لئے سورج کی روشنی دیدی، چیزوں سے حاصل ہونے والی کامیابی کا وقت محدود ہے اور موت سے یہ کامیابی ختم ہوجائے گی، ایک وقت وہ آئے گا کہ یہ سارا وقتی نظام ختم کردیا جائے گا اذا الشّمس کوّرت، واذا النجوم انکدرت سورج، ستارے، پہاڑ، زمین اور آسمان کا نظام درہم برہم کردیا جائے گا، اس کے بعد حساب کتاب ہوگا، کفار ومشرکین ساری دنیا کے خزانے دے کر عذاب سے چھٹکارا چاہیں گے لیکن چھٹکارا نہیں ملے گا،

واقعات کے ہونے سے پہلے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا تھا

دنیا میں انسان جو کچھ چیزوں سے لیتا ہے وہ اعمال سے بھی لیا جاسکتا ہے، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے نماز کے چھوٹ جانے پر روکر سلطنت لی اور بدر میں لکڑیوں سے تلوار کا کام لیا گیا، یہ تمام صرف قصصِ ماضیہ نہیں ہیں بلکہ یہ تمام چیزیں تو خدا نے ان واقعات کے ہونے سے پہلے لوحِ محفوظ میں لکھ دی تھیں اور اس کے بعد ان کا ظہور ہوا، قرآن کے دعاوی پرانے ہیں اور بعد میں ان کے مطابق واقعات ظاہر ہوئے،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آدم علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا آپ وہی آدم ہیں جن کو خدا نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور فرشتوں سے سجدہ کرایا اور جنت میں رکھا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ ہاں، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پھر آپ نے ایسی بے صبری کیوں کی کہ خود بھی نکلے اور دوسروں کو بھی نکالا، تو آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم وہی تو موسیٰ ہو جن پر خدا نے تورات اُتاری اور جنہیں تکلّم سے نوازا، کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تورات میں لکھا ہے وَعَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی کیا تم نہیں جانتے کہ میری تخلیق سے کتنے سال پہلے تورات لکھی گئی؟ مجھے کیا الزام دیتے ہو؟

اعمال والا راستہ کامیابی والا راستہ

بہرحال راستے دو ہوئے، ایک چیزوں والا دوسرا اعمال والا، اب چیزوں والے چیزوں کے راستے سے کتنی ہی ترقی کرلیں لیکن اگر اعمال والے اعمال پر محنت کرکے خدا کو اپنے ساتھ کرلیں تو یہ اعمال والا راستہ یہاں بھی کامیابی دلائے گا اور آخرت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں نعمتیں دلائے گا، ان چیزوں والوں کی ترقی اگر اتنی ہوجائے کہ سورج اور چاند ان کے ہاتھ میں آجائیں تب بھی اللہ تعالیٰ چیزوں والوں کو اعمال والوں کے قدموں میں ڈال دے گا، دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں خدا کے مقابلہ میں ایسی بھی نہیں جیسے ایک اینٹ آسمان وزمین کے مقابلہ میں،

بھائیو! اعمال اندر سے آئیں گے اور اعمال کا اچھا بُرا ہونا اس وقت معلوم ہوگا جبکہ ہمارے دلوں میں روشنی پیدا ہوجائے گی، پھر یہ اندر کی روشنی بتلائے گی کہ

عورت کو نہ دیکھو ورنہ خدا ناراض ہوں گے، رشوت نہ دو ورنہ خدا ناراض ہوں گے، دورِ عمل میں (یعنی دنیا میں) یہ روشنی رہے گی مگر جب دورِ عمل ختم ہوگا تو یہ روشنی انسان سے باہر آئے گی اور قیامت میں اس روشنی کی روشنی میں انسان چلے گا، جتنا ہم حلال اختیار کریں گے اور حرام چھوڑیں گے اسی طرح جتنی نماز پڑھیں گے اتنی روشنی بڑھے گی، یہ روشنی آہستہ آہستہ اتنی بڑھے گی کہ پھر مکروہات سے بھی بچے گا اور مستحبات پر عمل کرے گا،

ایک صحابی کا اسراف سے بچنے کا واقعہ

ایک صحابی کی خستہ حالت دیکھ کر حضور ﷺ نے ایک صحابی کا نام لیا کہ اُن سے جا کر کہنا وہ تمہاری مدد کریں گے، یہ صاحب جو اُن کے گھر پر پہونچے تو دیکھا کہ اپنی عورت کو ڈانٹ رہے ہیں اور اتنی بات پر کہ چراغ میں بتی موٹی ڈال دی تھی، یہ وہیں سے واپس چلے آئے اور اپنے آنے کی خبر تک نہ کی اور جا کر حضور ﷺ سے بھی کچھ نہ کہا، پھر ایک دو روز میں حضور ﷺ نے خود پوچھ لیا تو انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا کہ حضور ﷺ! وہاں تو یہ حالت تھی میں کس طرح اُن سے اپنا حال کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جا کر کہو، جب یہ گئے تو وہ صاحب بہت خوش ہوئے اور جو کچھ نقدی وغیرہ تھی لا کر حاضرِ خدمت کردی اور فرمایا کہ ''ہمارا جو کچھ ہے وہ اللہ اور رسول ﷺ پر قربان ہونے کیلئے ہے''، پھر انہوں نے پہلی مرتبہ آنے کا واقعہ بیان کیا تو وہ صاحب کہنے لگے کہ ''اسراف خدا کو ناپسند ہے اس وجہ سے میں ناراض ہو رہا تھا'' یہ ہے اسراف سے بچنا اور خدا کے لئے صرف کرنا، یہ تقشّف نہیں، تقشّف ہوتا تو گورنر کیسے بنتے، مگر گورنری میں بھی ایسے اعمال کئے کہ بڑے سے

(Varethi)\Bayanat\Border_Bayanate_Hazratji.bmp not found.

بڑے بزرگ بھی وہ اعمال نہیں کر سکتے،

اپنا مال اپنے اوپر لگاکر تعیش کی زندگی مت گذارو

حضرت سلمانؓ گورنر بن کے تشریف لے جا رہے ہیں، راستے میں حضرت عمرؓ چھپ گئے کہ دیکھیں کہیں حکومت آنے کے بعد ان کی زندگی بدلی تو نہیں، حضرت محمد ﷺ والے طریقہ کو چھوڑ کر دشمنوں کے طریقہ کو تو نہیں اپنایا؟ چنانچہ دیکھا تو حضرت سلمانؓ سب کے چلے جانے کے بعد گدھے پر اس طرح بیٹھے کہ دونوں پاؤں ایک طرف نکلے ہوئے ہیں اور گوشت کی ہڈی نکال کر کھا رہے ہیں، حضرت عمرؓ کی یہ کوشش تھی کہ میرے گورنر اپنا مال اپنے اوپر لگا کر تعیش کی زندگی نہ گزاریں بلکہ قرآن کریم میں جو اُس کے مواضع ہیں ان میں مال صَرف کریں، جب سلمانؓ واپس آئے تو پھر عمرؓ راستہ میں دیکھنے کے لئے چھپ گئے تو دیکھا کہ اس جگہ اُسی حالت میں ہڈی نکال کر چُوس رہے ہیں، تو حضرت عمرؓ نکل کر حضرت سلمانؓ سے چمٹ گئے اور کہا: یہ میرے بھائی ہیں اور بہت خوش ہوئے،

حضرت عمرؓ نے پہلی مرتبہ میں مدینہ میں پکا مکان دیکھا تو مسجد میں ٹہلتے ہوئے فرمایا کہ اس امّت میں بھی فرعون پیدا ہوئے ہیں، فرعون نے کہا تھا: یٰهَامٰنُ ابۡنِ لِیۡ صَرۡحًا حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک صاحب نے پکا مکان بنایا تھا، وہ صاحب جب مجلس میں آئے تو آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا، اس پر اُنہوں نے تحقیق کی، جب اُن کو حالات سے آگاہی ہوئی تو اس مکان کو گرا دیا مگر آ کر حضور ﷺ کو اطلاع نہیں کی، دوسری مرتبہ آپ ﷺ جب وہاں گئے تب معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اِسراف کیوں کیا اور نہ تعریف کی، آپ

ﷺ کو اس پر ناراضگی تھی کہ تمہارا ذوق ہم سے کیوں بدل گیا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر بناء وبال ہے مگر جس سے چارہ نہ ہو،

بہرحال چیزیں ختم ہو جائیں گی لیکن اعمال والا نور ختم نہیں ہوگا بلکہ اس کی روشنی میں انسان جنت تک پہنچے گا، جب انسان اعمال میں بڑھتا ہے تو خدا اُس سے محبت کرتے ہیں اور جتنا یہ اعمال میں بڑھتا ہے اس کی محبوبیت بڑھتی ہے، پھر زمین والے اُس سے محبت کرتے ہیں،

آج اِس اعمال والی روشنی کو حاصل کرنے کے لئے محنت کم ہوگئی ہے اور اسلامی زندگی کو تقشّف کہتے ہیں اور اس کے اصول بدلنے کی فکر میں پڑے ہیں اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہے، خدا اور خدا کے رسول ﷺ نے اس روشنی کو حاصل کرنے کے لئے مسجد والے اعمال دیئے، ہمیں دنیا میں اعمال میں کمی بیشی کا اختیار نہیں، اس میں ہمیں دینی روشنی والے اعمال ہی اختیار کرنے پڑیں گے،

انسان میں ایک تو انسان کی روح ہے اور ایک اُس کا برتن یعنی جسم ہے، اگر روح نکل جائے تو انسان سڑنے لگتا ہے، اندھا بہرہ بن جاتا ہے وغیرہ وغیرہ، اس طریقہ سے انسان کی زندگی گزارنے کے لئے جو اسباب ہیں وہ تو برتن اور جسم ہیں اور جو اعمال ہیں وہ اس کی روح ہیں، اگر ہمارے نقشے اعمال کی روح سے خالی ہوں گے تو ان اسباب سے پریشانیاں آئیں گی، اگر دکان میں اعمالِ محمدی ﷺ کی روح نہ ہوئی تو یہ پریشانی لائیگی، آپ ﷺ کی بتائی ہوئی چوبیس گھنٹہ کی زندگی پر آجاؤ اور پوری پوری کامیابی حاصل کرلو، اور اس اندر کی روشنی اور نور کو حاصل کرنے کے لئے سب مل کر کوشش کرو اللّٰہ نور السّمٰوٰت والارض والا نور

(Varethi)\Bayanat\Border_Bayanate_Hazratji.bmp not found.

حاصل کرو، اس نور کو حاصل کرنے کے لئے مسجد والے اعمال اختیار کریں اور ان پر خدا نے جو کچھ دینے کا وعدہ فرمایا ہے اس کے ملنے کا یقین ہو کہ خدا ہمیں اِن اعمال ہی پر کامیابی دیں گے نہ کہ چیزوں پر، بہرحال ہم کامیابی حاصل کرنے کے لئے اعمال پر محنت کریں اور اِس میں بنیادی اعمال مسجد والے اعمال ہیں، اور اِن اعمال میں روح خدا کے دھیان سے آئے گی، یہ دھیان رہے گا کہ اس عورت کو دیکھوں گا تو خدا ناراض ہوگا اور اگر یہ دھیان نہ رہا تو دیکھتے دیکھتے چھونے میں اور پھر زنا میں مبتلا ہو جائے گا، اور حرام غذا کو دیکھ کر یہ خیال آجائے کہ میں حرام کا لقمہ کھاؤں گا تو خدا چالیس دن کی نماز قبول نہ کریں گے،

خدا سے ہونے کا یقین

دنیا میں ہر جگہ چیزوں اور اعمال کا مقابلہ ہوگا، اگر جھوٹ بولوں گا تو پانچ ہزار ملیں گے اور اگر سچ بولوں گا تو خدا ملے گا، اگر میں ایسا مکان بناؤں گا تو سارے شہر میں میری بات ہوگی اور دوسری طرف یقین کا کہنا ہے کہ معمولی مکان بنالو اور باقی غرباء پر لگاؤ، چیزوں کا یقین ان کے دیکھنے سے آئے گا اور اس سے اندر کے یقین میں خرابی پیدا ہوگی، مثلاً دوا لی اور اس سے شفا ہوئی تو دوا سے شفاء کا یقین آیا، اب جو دیکھا اس کو بولا تو اس سے یقین بڑھا، جب دوسرا بولا تو اس کو سنا اس سے یقین آیا، مثلاً کسی نے کہا کہ امریکہ نے ایک مشین بنائی ہے جس سے انسان بنتے ہیں، آپ نے اس کا یقین کیا اور اس کو بولا اور اس کو بار بار سوچا تو خدا کی خالقیت کا یقین کہاں رہا، تو یہ زبان کا بولنا، کان کا سننا، آنکھ سے دیکھنا اور عقل سے سوچنا، اس سے دل کا یقین خراب ہوگیا، اس طرح دلوں کا یقین ختم ہوتا ہے، اور آدمی کسی دن ارتداد تک

پہنچ جاتا ہے،

"لا الٰہ" سے غیر کی تردید ہوتی ہے اور "الّا اللّٰہ" سے خدا سے ہونے کا اِثبات ہوتا ہے، خدا بچانے پر آئے تو مچھلی کے پیٹ میں حفاظت کرے اور چاہے تو انار کے دانہ سے مار دے، عمل سے کاموں کا بننا خدا ایمان بننے کے بعد بتلاتے ہیں پہلے نہیں بتلاتے، ایمان معتبر ہونے کے لئے غیب پر ایمان ضروری ہے، مشاہدہ ہو جائے تو اب ایمان قبول نہیں، جیسے سورج مغرب سے نکل جائے تو اس پر ایمان لانا غیر مفید ہوگا، موت کے فرشتہ دیکھنے سے پہلے فرشتوں پر ایمان لانا قبول اور دیکھنے کے بعد ایمان غیر مقبول ہوگا، خدا تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کو پانی پر چلایا مگر ایمان بننے کے بعد چلایا اُس سے پہلے نہیں چلایا، پہلے خدا کے غیر سے ہونے کی تردید اور خدا سے ہونے کا اِثبات کرایا، بہرحال کامیابی حضرت محمد ﷺ والے طریقہ میں ہے چاہے چیزیں نہ ہوں اور چیزیں بغیر طریقۂ محمدی ﷺ کے کامیابی نہیں دِلاسکتیں،

آنکھ کو صحیح دیکھنا سکھاؤ

اگر انسان کی آنکھ غلط دیکھتی ہے تو اس سے جو یقین آئے گا وہ بھی غلط ہوگا، کیونکہ انسان بیچ کو دیکھتا ہے، نہ ابتداء کو دیکھتا ہے نہ انتہا کو، اسلئے آنکھ کو صحیح دیکھنا سکھاؤ کہ پہلے یہ شکل کیا تھی اور آخر میں کیا ہوگی، مثلاً سوچو وزیر پہلے کیا تھا اور آخر میں کیا ہوگا، جب وہ اول و آخر میں کچھ نہیں کرسکتا تھا تو وہ درمیانی شکل میں بھی کچھ نہیں کرسکے گا اور ان تمام شکلوں سے یقین ہٹانے کے لئے سب سے پہلے اپنی ذات کا یقین نکالنا ہوگا، آنکھ کے صحیح دیکھنے کی تربیت نماز میں ہورہی ہے، پہلے سجدہ میں یہ بتایا کہ وہ مٹی سے بنا ہے اور دوسرے سجدہ میں اس کا مٹی بننا بتلایا، اب انسان سوچے کہ

میں پہلے مٹی تھا اور ہر وقت مٹی بننے کا خطرہ ہے، اب مجھ سے کیا ہوسکتا ہے؟ ہر ایک کا یقین ہے کہ مٹی سے کچھ نہیں ہوتا، اس سے نہ سردی جائے نہ گرمی دور ہو، مگر مٹی سے کپڑا بن جائے تو اس سے سردی، گرمی دور ہوگی، یعنی شکل بننے پر اس سے نفع نقصان ظاہر ہوگا، جیسے بت پرست پتھر سے ہونے کو نہیں کہتے مگر شکل بننے پر اس سے بننے کو کہتے ہیں، بہرحال اپنی زندگی بناؤ اور دوسروں کو بتاؤ کہ ان شکلوں سے کچھ نہیں ہوتا، خدا سے ہونے کا یقین، زبان، کان اور آنکھ کے راستہ سے دل میں اُتارو اور سوتے وقت اس کا دل میں تصور کرکے اُتارو،

مٹھی بھر آدمی صحابۂ کرام جیسے بن جائیں

حضرت محمد ﷺ کے ساتھیوں کی زندگی بوریوں اور گدھوں پر ایسی بنی کہ قیصر و کسریٰ کے تخت ان کے قدموں میں گرے اور آج تمہاری یہ حالت کہ تمہارے پاس لاکھوں بلکہ کروڑوں کے مکانات ہیں مگر تم ایسے ہوگئے کہ روس اور امریکہ کے خلاف دور سے بھی کچھ نہیں بول سکتے، مؤذن اذان کی آواز لگا کر سب کا چھوٹا ہونا اور خدا کا بڑا ہونا اور خدا سے ہونا بتاتا ہے اور محمد ﷺ والے اعمال سے زندگی کا بننا اور بگڑنا بتاتا ہے اور مسجد میں آکر اس کی محنت کرنے کو کہتا ہے، جب مسجد میں یہ یقین بن گیا تو اب دکانوں پر جاکر اس کی تردید کرو کہ دکان سے نہیں ہوتا خدا سے ہوتا ہے، ڈاکٹر کے پاس جاکر بتلاؤ کہ ڈاکٹر صاحب یہ تمام علوم انسانی علوم ہیں اور ایک علم حضرت محمد ﷺ لے کر آئے، وہ علم ہی کامیابی دینے والا ہے، جب ایسے یقین والا ایک طبقہ پیدا ہوجائے گا تو پھر دوسرے علوم والوں کو خدا ان کے سامنے جھکائے گا، اور اگر وہ نہیں جھکیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کو ہلاک کریں گے، مگر

ہمارا یہ یقین مسجد میں بھی ہو مسجد کے باہر بھی ہو، اور حالات کیسے بھی آئیں ہم استقامت کے ساتھ رہیں، یہود و نصاریٰ غیروں سے اور چیزوں سے ہونے کو بتلائیں گے مگر تم بتلاؤ کہ غیروں سے نہیں ہوتا بلکہ خدا سے ہوتا ہے، اگر تم نے بھی غیر سے ہونا بتلایا تو تم تم نہ رہو گے، یہ تمہاری محمدی ماہیت نہیں ہے بلکہ یہود و نصاریٰ والی ماہیت ہے، صحابہ نے تعیش کو تعیش سے اور شرک کو شرک سے نہیں بدلا بلکہ ظلمت کو نور سے، قالینوں کو بوریوں سے، ظلم کو عدل سے بدلا، مٹھی بھر آدمی صحابۂ کرام ؓ جیسے یقین والے بن جائیں اور اعمال سے زندگی بننے کے یقین والے پیدا ہو جائیں اور آپ ﷺ کے طریقہ کو پسند کرنے والے بن جائیں تو چار پیسے کی جوتی پہننا اچھا معلوم ہوگا اور اس سے طبیعت بدلے گی، اصل میں تمہارا بننا اصل ہے، اگر تم اس پر آ گئے اور تم ایسے بن گئے تو خدا تمہاری دعا ایسی قبول کریں گے جیسے انبیاء علیہم السلام کی دعاء قبول کی اور پھر ظاہر کے خلاف خدا تمہاری نصرت کریں گے،

شرائط کا پایا جانا ضروری ھے

اگر ہمارے اندر نصرتِ الٰہی کے شرائط پیدا ہو جائیں تو چاہے نقشے کتنے ہی خلاف ہوں خدا زندگی بنا دیں گے اور اگر ہمارے اندر شرائط نہ ہوئیں تو ظاہر کا ہمارے موافق ہونا بھی فائدہ نہیں دے گا، جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بعض قبائل میں ارتداد پھیلا تو اس وقت بھی صحابۂ کرامؓ نہیں گھبرائے، اور انہوں نے شرائط پوری کر دیں تو خدا نے تمام ظاہری نقشوں کو بدل دیا اور حالات سدھر گئے، بھائیو! اس کے لئے سارے جہاں کے مسلمانوں کا اس میں لگنا شرط نہیں ہے، مگر جو لگے ہیں وہ شرائط پورے کریں، اللہ ظاہر کے خلاف دعاؤں سے کام

بناتے ہیں، ہم مسجد میں دعا کرتے ہیں اور اپنی جگہ ہمارا کام بنتا ہے، گھر میں بچہ اچھا ہو رہا ہے،

نکلنے کے بعد چار چیزوں میں وقت لگے دعوت میں، اور اس میں یہ بات ہوگی کہ خدا سے ہوتا ہے غیر سے نہیں ہوتا، مثلاً دکاندار سے بات ہو رہی ہے اس وقت ہمارا یقین یہ ہو کہ اس کی دکان سے زندگی نہیں بنے گی، اس طریقہ سے اس کی دکان کی تردید کرتے ہوئے اپنی دکان کی تردید مراد ہو کہ میری زندگی میری دکان سے نہیں بنے گی، بھائی! جب تم اس کام سے دنیا کی ترتیب بدلنے کا یقین رکھتے ہو تو اتنا یقین تو ہو کہ میری دکان سے کچھ نہیں ہوتا، ہمارے سامنے ہمارے یقین کے بدلنے کا مسئلہ سب سے پہلے ہونا چاہئے، بہرحال اپنا یقین بدلنا اصل چیز ہے، خصوصی گشت میں آنکھوں کی حفاظت اصل ہے، اگر اس پر قابو آ گیا تو تمام چیزوں پر قابو آ جائے گا، اگر چیزوں کو نہ دیکھا تو اب نہ ان کی بات ہوگی نہ ان کا سننا ہوگا،

دنیا کے بادشاھوں سے مرعوب نہ ھوں

جب صحابۂ کرام ؓ ایران پہنچے تو رُستم نے اپنے لوگوں سے مشورہ کیا کہ میں ان سے فوجی حالت میں ملاقات کروں یا شاہانہ حالت میں ملاقات کروں؟ لوگوں نے کہا: شاہانہ حالت میں، اس نے ہر جگہ قالین بچھوائے اور سونے چاندی سے دربار کو مزین کیا، ادھر مسلمانوں کی طرف سے حضرت ربیعؓ اس حالت میں گئے کہ تیل سے سَنی ہوئی معمولی پٹی سر پر باندھی، معمولی سی سواری لی اور چلے، انہوں نے مرعوب کرنے کے سامان بنائے تھے مگر رعب پڑ گیا صحابی ؓ کا، دوسرے دن حضرت مغیرہؓ گئے، وہ بھی اسی شان سے گئے اور اس کے پاس جا کر بیٹھ گئے، لوگوں

نے شور کیا تو اس جگہ سے ہٹ کر نیچے زمین پر بیٹھ گئے اور کہا کہ تمہاری قالین سے یہ زمین اچھی، ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ تم سب بھائی بھائی ہوں گے اور جس طریقہ سے ہم سب مساوی ہیں ویسے ہی تم ہوں گے، قیصر شاہ روم نے خود رعیت سے کہا کہ کیا تم مسلمان ہوجاؤ گے، لوگوں کو برا معلوم ہوا،

کیسے کیسے مظالم کے بعد یہ نقشے بنے ہونگے

غیر ممالک میں آنکھوں پر بہت قابو رکھو، اگر آنکھوں سے غلطی ہوگئی تو زبان کو روکو، اور اگر کوئی بھائی برا بھلا کہہ دے تو تم سن لو جواب مت دو، بلکہ کہو: بھائی ہم تو کلمہ سیکھنے آئے ہیں ہم لڑنا سیکھنے نہیں آئے ہیں، بہت احتیاط کرنی چاہئے، اور جب ان نقشوں پر نظر پڑے تو بعد میں تصور کرلے کہ نہ معلوم کیسے کیسے مظالم کے بعد اور یتیموں اور بیواؤں کے حقوق پر ہاتھ ڈال کر یہ نقشے قائم ہوئے ہوں گے، تمہارا یقین اس وقت بنے گا کہ جب دوسروں سے بات کرو تو اپنا یقین بنانے کی نیت سے کرو، اگر یقین صرف زبان پر ہوگا تو چند جھٹکوں میں ختم ہوجائے گا، اور اگر یقین قلب میں راسخ ہوگیا تو پھر جہاں بھی گھومو گے تمہارے یقین میں کچھ فرق نہ پڑے گا، اگر صحیح معنی میں ایک کلمہ والا آدمی پیدا ہوجاوے تو اس سے ہزاروں اور لاکھوں کا یقین بنے گا، اگر دوسروں کے پاس مادیات ہیں تو ہمارے پاس انبیاء کرام والی آواز ہے، جس کے سامنے خدا نے تمام آوازوں کو پست کردیا، جبکہ یہ آواز اخلاص کے ساتھ خدا کو راضی کرنے کے لئے اور اس کے دھیان کے ساتھ ہو، دعوت کے بعد ہمارا وقت تعلیم میں لگے گا، فجر میں بھی تعلیم ہو اور شام کو بھی تعلیم ہو، جب خوب فضائلِ اعمال سنے جائیں گے تو اس سے علم آئے گا،

نور والا علم کب ملے گا؟

اب یہ علم یا تو نور کے ساتھ آئے گا یا بلا نور آئے گا، اور نور والا علم اس وقت ملے گا جبکہ ہم یہ علم اس طرح لیں جیسے حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے لیا اور صحابہؓ نے آپ ﷺ سے لیا، یعنی پورے ادب کے ساتھ سنیں، وضو کرکے سنیں، گردن جھکا کر عظمت کے ساتھ سنیں، ورنہ بھائی بغیر نور کے علم حاصل کرنے سے خود بھٹکو گے اور دوسروں کو بھٹکاؤ گے، جیسے یہود ونصاریٰ بھی اس علم کو حاصل کرتے ہیں مگر وہ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں،

ایک محدث حدیث بیان کر رہے تھے، دو آدمی کسی بات پر ہنس پڑے تو انہوں نے اسی وقت حدیث پڑھانا بند کردیا اور کہا: اس سے بہتر یہ ہے کہ میں جہاد میں چلا جاؤں، لوگوں نے کہا: اِس عمر میں کیا کریں گے؟ تو فرمایا: اگر کچھ نہ ہوگا تو مر تو جاؤں گا،

بھائی! جس طریقہ سے اپنے محبوب کا خط آتا ہے اور اس کو شوق کے ساتھ سنتے ہیں اسی طرح شوق کے ساتھ تعلیم سُنیں اور پوری عظمت کے ساتھ سنیں، جیسے حضور ﷺ خود تشریف فرما ہوں، اللہ کی بات کرتے ہوئے کسی کا تاثر دل میں نہ ہو ورنہ پھر ایک بدمعاش اور فاسق کی بات تمہارے دل میں اُتر جائے گی،

پھرنے والوں میں آپس میں جوڑ ہو

اور پورے دھیان کے ساتھ ذکر کریں، یہ نہیں کہ فقط ذکر کے الفاظ زبان پر ہوں اور دھیان چیزوں میں ہو اور اس کی مشق یہیں سے کریں اور اگر اس کی مشق کروگے تو یہاں بھی تمہاری بات کا اثر ہوگا اور کفار بھی اس سے متاثر ہوں گے، یہ

تمام تو ذکر کی صورتیں ہیں ورنہ اصلی چیز تو خدا کا دھیان ہے، بقیہ وقت نماز میں لگے اس یقین کے ساتھ کہ خدا سے ہوتا ہے اور کامیابی حضرت محمد ﷺ والے اعمال سے ہوتی ہے اور ان اعمال میں سے نماز ہے اور نماز کے تمام فضائل کا استحضار کرو اور محنت کے بعد سب کی ہدایت کی دعا کرو اور دعا کرو کہ خدا ہمارے اندر کی آنکھ کھول دے، اللہ کی راہ میں پھرنے والوں میں آپس میں جوڑ ہو، اگر جوڑ نہ ہوگا تو شخصی فوائد تو مل جائیں گے مگر اجتماعی فوائد نہیں ملیں گے،

نکلنے کے زمانہ میں باہم مشورہ کرکے جو طے ہو وہی کرو

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ نہیں بدلے مگر عوام بدلے کہ امیر اور بڑے پر اعتراض کرنا شروع کر دیا، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ بات نہ تھی، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت خالدؓ برطرف ہوگئے، رات کی تاریکی میں حضرت عمرؓ جا رہے تھے، حضرت علقمہؓ یہ سمجھے کہ خالد جا رہے ہیں تو علقمہؓ نے کہا کہ خالدؓ! انہوں نے بھی آواز بدل کر خالد کی طرح آواز نکالی، انہوں نے کہا: دیکھو عمرؓ نے تم کو معزول کر دیا، تو حضرت عمرؓ نے خالد کی آواز میں کہا کہ بھائی! ہاں مگر اب کیا کریں؟ تو علقمہؓ نے کہا: بھائی! جب ہم نے خلیفہ مان لیا تو اب ان کی اطاعت ہی کرنی چاہئے، اسی وجہ سے خدا کی نصرتیں ان کے ساتھ تھیں، اس لئے نکلنے کے زمانہ میں باہم مشورہ کر کے جو طے ہو وہی کرو اور اہتمام سے مشورہ کرنا امیر کی ذمہ داری ہوگی اور امیر کی اطاعت باقی لوگوں کی ذمہ داری ہوگی جب تک معصیت کا حکم نہ ہو،

حضرت خالدؓ کے معزول کرنے کی وجوہ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ حضرت خالدؓ رکنا جانتے ہی نہ تھے اور ساتھیوں کے آرام وغیرہ کا خیال کم رکھتے تھے، بلکہ ہر وقت کام کی طرف پوری توجہ رہتی تھی، جبکہ حضرت ابوعبیدہؓ ماشاءاللہ ساتھیوں کا خیال رکھتے ہوئے کام کا حکم دیتے، مگر ساتھیوں کی اتنی رعایت بھی نہ ہو کہ پھر اُٹھنے کا نام ہی نہ لیں، میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت خالدؓ کا زمانہ ہی دوڑ بھاگ کا زمانہ تھا، اُس وقت اسی کی ضرورت تھی، جب حضرت ابوعبیدہؓ کی ضرورت تھی تو خدا نے اُن کو کام میں لگانے کی صورت پیدا کر دی،

مستحبات اور زھد کی بات ٹھونسنے سے نہیں آتی، ترغیب سے آتی ھے

بعض کہتے ہیں کہ امیر صاحب میری بات نہیں مانتے، اس سے تو معلوم ہوا کہ آپ امیر کو امیر ہی نہیں مانتے، بھائی مستحبات اور مندوبات اور زہد کی باتیں ٹھونسنے سے نہیں آتیں بلکہ ان کی ترغیب دیتے رہو، جو بھی اس پر جتنا عمل کر لے غنیمت سمجھو، بھائی! اس کے لئے تو ماحول اور دعا کی ضرورت ہے، جب جذبہ اور شوق پیدا ہو جائے گا وہ خود اس پر عمل کر لے گا، تم نے حضرت عمرؓ کا واقعہ سنا ہوگا کہ ایک مرتبہ آپ نے چھری منگوائی اور کرتہ چاقو سے کٹوایا کہ ہر طرف ایک جیسا نہیں اور پھر اس کو پٹوایا بھی نہیں، ہر طرف دھاگے نکلے ہوئے تھے، کبھی سر میں کبھی داڑھی میں دھاگے اٹک رہے ہیں، لوگ سینے کیلئے مانگتے تو فرماتے کہ میں نے حضور ﷺ کو ایک مرتبہ اسی طرح پہنے ہوئے دیکھا اس لئے میں بھی ویسے ہی پہنوں گا، وما علینا الا البلاغ

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

بیان: حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ: ۲۷ جنوری ۱۹۶۶ء

بعدالحمد و الصلوٰۃ۔

مخلوق سے پلنے کا عقیدہ غیروں کا ھے

محترم بزرگو اور دوستو! حق جل شانہٗ نے آسمان، زمین، دریاؤں اور فضاؤں کی جتنی مخلوقات بنائی ہیں ان کی تخلیق اپنے لفظ کُــنْ سے کردی، کسی کا وجود ذاتی نہیں ہے بلکہ ان کا وجود حق تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے اور اتنے عرصہ کے بعد بھی ان کی صفات اس کے قبضہ میں ہیں، چاہے تو آگ سے ٹھنڈک دے اور چاہے تو دریا سے آگ برسائے، چاہے دکان اور کھیت سے حالات بنائے اور چاہے تو بگاڑے، آج جو مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ میں ان مخلوقات سے پلوں گا یہ عقیدہ غیروں کا ہے ہمارا نہیں، ہم ایسے رب کے بندے نہیں جو ہماری محنت کا اجر دینے میں کسی کا محتاج ہو، ہمارا رب قیوم ہے اور قادر ہے،

بھائی! یہ امت اس لئے بھیجی گئی تھی کہ ان تمام انسانوں کے اس باؤلے پن اور پگلے پن کو دور کرے، جو اس مٹی کے کھلونوں سے کاموں کا بننا بگڑنا جانتے ہیں، بھائی! ہم نے سواری کے اور آواز پہونچانے کے جو ذرائع بنائے ہیں خدا ان کے محتاج نہیں ہیں، بغیر ان آلات کے بھی اپنی قدرت سے کر سکتے ہیں بلکہ کرتے

ہیں، جیسے حضرت عمرؓ کی آواز حضرت ساریہؓ کو پہونچائی، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز خدا نے پہنچائی، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر قسم کی قربانی دے کر اپنے رب کو خوش کیا تو خدا نے کہا: جو چاہو مانگو، حضرت ابراہیم علیہ السلام جنت مانگ سکتے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام جیسی حکومت بھی مانگ سکتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑی دے سکتے تھے، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مانگا تو اپنی شانِ نبوت کے مناسب مانگا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مانگا تو یہ مانگا کہ اے اللہ تعالیٰ! جس قربانی سے آپ راضی ہوئے ایسی قربانی دینے والی امت مانگتا ہوں۔

سبحان اللّٰہ کھنے پر کیا ملتا ھے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے لینے کے طریقے بتلائے ہیں، جیسے کسان زمین سے، تاجر دکان سے لینا جانتا ہے، خدا نے اپنے سے لینے کا طریقہ بتلایا، مگر ہماری آنکھیں اس سے اندھی ہوگئیں، خدا تعالیٰ کی قسم! ایک سلطنت سے انسان اتنا نہیں لے سکتا جتنا ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے پر لے سکتا ہے، بشرطیکہ اس کی حقیقت جانتا ہو اور اخلاص سے کہتا ہو، حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا مقابلہ بادشاہوں سے ہوا، مگر لوگ ان بادشاہوں کو بھول گئے اور آج حضرتؒ کو سب جانتے ہیں، وہ آخرت میں تو خدا تعالیٰ سے سب کچھ لیں گے ہی مگر دنیا میں بھی ایسا لیا کہ جس جگہ پر بیٹھ کر انہوں نے لیا تھا، آج انکے نام پر لوگ اس جگہ بیٹھ کر کھا رہے ہیں اور بھائی اس بنگلہ والی مسجد والے بھی ان سے یہی کچھ لے رہے ہیں، ایک دیکھنے والے نے خواب دیکھا کہ حضرت نظام الدینؒ ایک شخص کی طرف بہت متوجہ ہیں تو اس شخص نے بغیر

کسی کے بتلائے مولانا الیاسؒ کو پہچان لیا اور اس نے حضرت سے پوچھا کہ آپ ایسا کونسا کام کرتے ہیں کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ آپ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہیں؟ تو فرمایا کہ بھائی یہی کلمہ والی محنت کرتا ہوں۔

بھائی یہ سبحان اللہ آخری زمانہ میں اس دنیا میں اہلِ ایمان کی خوراک ہوگی اور ایک خاتون مولانا الیاسؒ کے خاندان میں ایسی گذری ہیں کہ سبحان اللہ سے اس دنیا میں ان کا پیٹ بھرا ہے،

اتنا توکل اور تقویٰ فرض ہے جس سے حرام سے بچ سکے

بھائی اتنا توکل اور تقویٰ ضروری اور فرض ہے جس سے آدمی حرام سے بچ سکے، اتنا تقویٰ سیکھنا ضروری ہے جس میں آنکھ، کان، زبان حرام سے بچ سکے، آج تو ہماری عملی کوتاہی کی وجہ سے لوگ اعمالِ قرآن پر مذاق کرنے لگے ہیں کیونکہ ہم کوتاہی کی وجہ سے یہ ثابت نہ کرسکے کہ تقویٰ اور توکل کی بھی کوئی حقیقت ہے اور اس سے بھی کام بنتے ہیں، تجارت اور نوکری سے تو لوگ کاموں کا بننا بتاتے ہیں مگر آج ہماری بے عملی کی وجہ سے ان اعمال سے کچھ ہوتا ہوا ہم نہیں بتا سکتے جبکہ ہمارے مقابلہ میں حرام کمائیوں والے اپنی تجارت سے ہونا بتا سکتے ہیں،

آج ہمارے پاس نماز، روزہ، حج اور تہجد سب کچھ ہے مگر ان کی حقیقت ہمارے پاس نہیں، بھائی آج تیرے پاس بلڈنگ نہ ہو، دنیا کے نقشے نہ ہوں اس کا رونا نہیں ہے لیکن رونا اس بات کا ہے کہ تو نے اعمال پر محنت کرکے اپنے آپ کو ایسا کیوں نہیں بنایا کہ دنیا والے تیرے تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی وجہ سے تیری جھونپڑی میں آکر تیرے پیر پکڑیں، بھائی! لوگ باؤلے نہیں مگر تیری کوتاہ نظری کی وجہ سے یہ

سب کچھ ہورہا ہے، ہم ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ کی خدمت میں گئے تو انہوں نے جاتے ہی کہہ دیا کہ بھائی یہ تبلیغ کا کام تو بہت پہلے ہوچکا اور بہت سے لوگوں تک بات کب سے پہنچ چکی، میں جواب تو کیا دیتا ادب کی وجہ سے خاموش رہا، مگر انہوں نے کہہ دیا کہ لوگوں تک دین پہنچا ہے مگر حقارت کے ساتھ، اس لئے لوگ اس سے متاثر نہیں ہوئے، تو میں نے عرض کردیا: حضرت! ہاں اب دین اس طریقہ سے پہنچانا ضروری ہے کہ دین بہت عظیم الشان چیز ہے، تو کہا: ہاں، اس اعتبار سے ہی پہنچانا ہے، بس اس طریقہ سے بات کچھ بنے گی اور بات میں جان پڑے گی، ہر طبقہ کے مسلمانوں میں دین کی پختگی ہو اور اس کی وجہ سے کچھ اسلامی چیزیں ظہور میں آئیں، مثلاً لاکھوں کے فائدہ سے مسلمان تاجر یہ کہہ کر ہاتھ اٹھالے کہ بھائی! ہم یہ تجارت نہیں کریں گے کیونکہ یہ حرام ہے، ہمارا مسلمان کھلاڑی ٹور میں ہو اور حرام گوشت کھانے کا موقعہ آجائے اس وقت مسلمان نوجوان اَڑ جائے کہ مر جاؤں گا مگر اس حرام لقمہ کو پیٹ میں نہ ڈالوں گا، خدا تو غلط کام کرنے والے کو بھی دیتے ہیں، چاہے لُوٹ کر پیسے بنائے چاہے سود لے چاہے قمار بازی کرے، ہر ایک کو خدا دے گا، پھر آخرت میں پکڑے گا، مگر یہ حقیقت میں خدا سے لینا نہیں ہے، مگر ایک قوم ہم مسلمانوں کی ہے جن کے ہاتھ میں تقدیر کا قلم دیا کہ اپنی بلندی اور عزت لکھ، قبر، حشر اور جنت کی نعمتیں لکھ، مگر اب آسمان، زمین، چاند، تارے اور یہ کعبہ ایسے لوگوں کو ترستے ہیں، آج تو ہم ’’بدنام کنندگانِ نیکو نامے چند‘‘ بن گئے ہیں، آج تو ہم کھنڈرات ہیں، اب ہم سے برکتوں کا ظہور کہاں؟ آج کل جب غیر ممالک میں جماعتیں جاتی ہیں اور تعلیم اور نماز کے حلقے ہوتے ہیں تو اس وقت بعض تو یہ سوال کر

دیتے ہیں کہ کیا اس زمانے میں بھی اسلام کی بات چل سکتی ہے؟ اور اس طریقہ سے چٹکی لیکر مزید پوچھتے ہیں: کیا اس زمانہ میں بھی نصرتیں اُتر سکتی ہیں؟ اور بدر کی طرح فرشتے اتر سکتے ہیں؟ تو اس پر یہ ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ پوچھتا ہے: کیا اب بھی تجارت اور معاملات میں کہیں اسلام جاری ہوتا ہے؟ اگر کہدو کہ ہاں تو وہ کہتا ہے کہ اگر ایسا کوئی ماحول ہو تو بتلادو، ہماری پوری قوم مسلمان ہو جائے گی، مگر بھائی! ہمارے پاس کوئی حقیقی جواب نہیں کیونکہ یہ سب اسلام کتابوں میں ہے، بے عملی اور بدعملی کا کلنک ہم میں سے ہر ایک کے دامن اور پیشانی پر لگا ہوا ہے،

ہمارے اخلاق اور معاملات کیسے ہوں؟

بھائی یہ رات کی نماز یعنی تہجد، یہ تو ہماری ورزش ہے، تم بہادر سہی پہلوان سہی مگر میدان میں پِٹ گئے، نہ گاڑی کی سیٹ پر حقوق تلفی سے بچتے ہو، تم بھی دوسروں کی طرح شاندار بچھونا اور کپڑا اچھا کر رعب ڈال کر کتنوں کے حقوق پامال کرتے ہو، اگر تم اپنے اخلاق سے اسلام کے اخلاق ظاہر کرتے تب تو دوسروں کی توجہ تمہاری طرف ہوتی مگر آج تو جیسے دوسرے ویسے تم، پھر تمہاری طرف لوگوں کی توجہ کیسے ہو؟ ایک غیر مسلم تنومند شخص پہلے دن بہت سی بکریوں کا دودھ پی گیا اور دوسرے دن جب اسلام لایا تو ایک بکری کا دودھ بھی نہ پی سکا، ایک اسلام وہ تھا مگر آج اس مسلمان کو کسی ہوٹل میں لے جاؤ، انشاء اللہ اس کا بل سب سے زیادہ بنے گا، بادل کو حکم ہو رہا ہے کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی پہنچاؤ، واقعہ مشہور ہے، اس کو چالیسواں حصہ دینے کی اور زکوٰۃ کے مسئلے دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ اپنی پیداوار کا تیسرا حصہ لگاتا تھا، آج تو چالیسواں حصہ بھی نکالنا دشوار ہے اور اس سے بھی

کچھ نفع حاصل کرنے پر نظر رہتی ہے،

’’آج نیکی کر اور بھول جا‘‘ پر عمل کہاں ہے؟ ایک تو امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ نہ لینے والے کو خود پہنچا دیتے، نہ غلام ساتھ لے جاتے کہ کوئی اس راز سے واقف ہو، جب ان کا انتقال ہوا تو اسّی (۸۰) گھروں میں فاقہ ہوا، اس وقت اسلام زندہ تھا اور زکوٰۃ کی حقیقت زندہ تھی تو دینے والا خود دینے کے لئے جاتا تھا، جس طریقے سے نمازی محلِ نماز میں جاتا ہے اس طریقے سے زکوٰۃ دینے والا محلِ زکوٰۃ میں جاتا تھا اور احترام سے دیتا تھا، کیونکہ ادائیگی فرض کا احساس تھا، جس طریقے سے مسجد کا احترام تھا کیونکہ وہ محل نماز اور محل ادائیگی فریضہ ہے، اسی طرح فقیر کا بھی احترام تھا کہ وہ محلِ زکوٰۃ ہے، آج تو زکوٰۃ ادا کر کے حق اللہ ادا کرتے ہیں مگر تحقیرِ مسلم کے ساتھ زکوٰۃ دی جاتی ہے، تو نہ پڑوسی کی حالت کا خیال ہے اور نہ لا یسئلون الناس الحافاً کی تلاش ہے۔

ہمارے اخلاق تو وہ تھے کہ ہمارا غلام اونٹ پر سوار ہے اور آقا احترام سے غلام کے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے ہے، آج تو ہمارے اخلاق بہت پست ہو گئے اسلئے ہم اللہ تعالیٰ کی نصرتیں نہیں بتا سکتے، لیکن جب وہ اسلامی اخلاق اور تعلق بالدین تھا تو اس وقت مسلمانوں کو خبر بھی نہیں ہوتی تھی اور اللہ تعالیٰ کی غیبی فوج آ کر کام تمام کر دیتی تھی،

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنے کا بدلہ

زمین خدا تعالیٰ سے پیٹرول لیتی ہے سونا لیتی ہے اناج لیتی ہے مگر جب انسان محنت کر کے اپنے خدا تعالیٰ سے لینے والا بنتا ہے تو خدا تعالیٰ سے اتنا لیتا ہے کہ

کوئی مخلوق بھی اتنا نہیں لے سکتی، کبھی زمین سے تم نے پکے کھانے نکلتے نہیں دیکھے ہونگے مگر انسانوں نے پکے پکائے اور بہترین کھانے اللہ تعالیٰ سے لئے ہیں، انسان خدا تعالیٰ سے زمینوں اور آسمانوں سے چَوڑی سونے چاندی سے بنی جنت لے سکتا ہے، جو مومن اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہوتا ہے خدا تعالیٰ اس کو موتی کا محل عطا فرمائیں گے، جو اتنا لمبا ہوگا جتنی مسافت اس نے اللہ کے راستہ میں طے کی ہوگی، اگر پانی کی گہرائی دریا میں دیکھو تو دو میل تین میل اور بڑے بڑے دریاؤں میں چھ میل، مگر خدا تعالیٰ کے جس بندے نے اپنے آپ کو ہزاروں میل دور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کھپا دیا حق تعالیٰ اس کو ہزاروں میل لمبا موتی کا محل عطا فرمائیں گے، خیال کریں وہ کتنا بڑا ہوگا، اگر اس کو دریا میں رکھ دیں تو پہاڑ بن جائے جبکہ دریا انڈے جیسے موتی تیار کرتا ہے، دنیا میں سورج سب سے زیادہ روشن ہے مگر اس کی روشنی بھی ایک دن ختم ہو جائے گی اور اس وقت بھی بہت سی جگہیں سورج سے روشن نہیں ہیں جبکہ جنت میں جو نور مسلمان کو ملے گا وہ اس سے بہت زیادہ ہوگا اور نہ ختم ہونے والا ہوگا، ایک مرتبہ وفات کے بعد حضرت عمرؓ کا انگوٹھا کھل گیا تو سارا مدینہ روشن ہوگیا، لوگ گھبرا گئے کہ شاید حضور ﷺ کا انگوٹھا ہو، تو جاننے والے لوگوں نے کہا: نہیں، یہ حضرت عمرؓ کا انگوٹھا ہے، ہم اس کو پہچانتے ہیں، بھائی! اگر صحیح اسلام پر عمل ہو جائے تو ہر مخلوق کی روحانیت تمہاری روحانیت سے شرما جائے، حضرت علیؓ کیلئے یہ سورج کیوں نہ رکے جبکہ انہوں نے اپنا ایمان ایسا بنایا تھا، بھائی! یہ نور تو تجارت، زراعت اور نوکری میں بھی مل سکتا ہے لینے والا چاہئے، آسمان کے فرشتوں کو اور جنات کو جو کچھ ملا ہے وہ سب ہیچ ہے بشرطیکہ انسان اپنے اندر حقیقتِ ایمان پیدا کرنے کی اور غیر کا

(Varethi)\Bayanat\Border_Bayanate_Hazratji.bmp not found.

یقین ختم کرنے کی محنت کرے اور انسان جس مخلوق کے تاثر کو اپنے دل سے نکال دے تو اس کا اثر اس پر نہ ہوگا، سمندر کا تاثر نکال دے گا تو سمندر مار نہ سکے گا، زہر کا تاثر نکال دے گا تو وہ مار نہ سکے گا، شیر کا تاثر نکال دے گا تو وہ مار نہ سکے گا، آج ہمارے پاس ایسا ایمان تو ہے کہ اس کی برکت سے ہم مسلمان ہیں کافر نہیں، مگر وہ ایمان کہ جس پر نصرتیں آئیں وہ ہم میں نہیں ہے، اگر بندہ حق تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے تو دنیا کی کوئی چیز اس پر اثر انداز نہ ہوگی، آج امّت روزانہ گر رہی ہے مگر اس محنت کو زندہ کرنے کیلئے تیار نہیں ہے، جب امت اس محنت پر اُٹھ کھڑی ہوگی تو نمازوں میں جان پڑ جائے گی، غیروں کا تصور لانے سے بھی نہیں آئے گا کیونکہ جب غیر کا یقین ہوگا ہی نہیں تو اس کا تصور کیوں آئے گا، ایک صحابیؓ رات کو گھر آئے، عورت بن سنور کر بیٹھی ہے مگر وہ صحابیؓ دو رکعت شروع کرتے ہیں اور صبح کی نماز کے وقت سلام پھیرتے ہیں، اس پر عورت اپنا حق صحابیؓ کو یاد دِلاتی ہے تو وہ کہتے ہیں: معاف کرنا یاد ہی نہ رہا،

تو خدا تعالیٰ سے لینے کے لئے نماز کا بنانا ضروری ہے اور اس کے لئے دھیان اور ذکر ضروری ہے، اس کو حاصل کرنے کیلئے جہاں ملتا ہو وہاں جاوے، اور یہ بہت ضروری ہے، اس کے لئے ایسے ماحول میں جائے جہاں سے یہ حاصل ہو، بھائی انسان جس کام کو کرنا چاہتا ہے اس کے لئے محنت کرتا ہے اور جس کام کو ٹالنا چاہتا ہے اس کے لئے دعا کرنے کو کہتا ہے، بھائی! اگر تجھ کو ہماری دعا پر یقین ہے تو اللہ کے راستہ میں نکل جا ہم دعا کریں گے، تو بزرگوں کو بھی دھوکہ دیتا ہے، اگر تو محنت کرے تو تو فرشتوں سے بھی زیادہ لینے والا بن سکتا ہے کیونکہ فرشتے تو تیری بلا وجہ

خدمت کرتے ہیں ان کو اس پر جنت نہیں ملے گی، یا تو کتابیں پڑھ لو کتابیں لکھ ڈالو مناظرہ کر کے میدان مارلو، اگر ہم میں طریقۂ محمد ﷺ نہ آیا تو یہ علمِ نبوی ﷺ نہیں ہے یہ تو وبال ہوگا، نماز بھی اگر طریقۂ نبوی ﷺ پر نہ ہو تو وہ بھی عذاب میں مبتلا کرے گی، علمِ الٰہی کیا ہے؟ فضائلِ اعمال کو دل میں لینا اور ہر حالت اور ہر موقعہ پر حالات سے بے پرواہ ہو کر امرِ الٰہی کا اتباع کرنا اور اس کے لئے جان اور مال کھپا دینا، حضرت ابوخیثمہ کا واقعہ مشہور ہے، آج ہم کتنے اعمال کرتے ہیں مگر ان کے فضائل ہمیں مستحضر نہیں اس لئے مدافعت کے وقت جذبات نہیں ابھرتے، اگر تو دین کی محنت کرے گا تو فرشتے اور جنات بھی سر اُٹھا کر تیرے درجات کو دیکھیں گے اور ساری مخلوق تجھ سے محبت کرنے لگے گی، تیری محبت کے چرچے زمین وآسمان میں ہوں گے اور پھر قبولیت دنیا میں رکھ دی جائے گی، جس نے سواری اور روٹی وغیرہ پر محنت کی اس کی چیزیں بہت محدود ہیں مگر جس نے اوامر پر محنت کی اس کے لئے ہر جگہ مکانات، سواریاں اور کھانے ہیں، یہاں بھی، قبر میں بھی، حشر میں بھی اور جنت میں تو ہیں ہی، بھائی! اپنی زندگی عمل والی بنا اور دوسروں کی زندگی بھی بنا، حتیٰ کہ غیروں کی بھی زندگی بنانے کی محنت کر، سدسکندری کی تفتیش کے لئے لوگ بادشاہوں سے پرچے لکھوا کر گئے، مہینوں میں پہنچے، سد سکندری دیکھی اس کی گہرائی دیکھنے کیلئے محنت کرتے رہے، گدھ چھوڑے گوشت کے پارچے گہرائی میں ڈالے تو صبح کے گدھ ظہر میں واپس آئے اور اس میں جواہر چمٹ کر کے آئے، اس دیوار کی دوسری جانب آبادی تھی، اس میں اذان کی آواز سنائی دی، انہوں نے پوچھا: یہ اذان کیسی ہے؟ زبان غیر مانوس تھی، اس نے اشارہ سے بتایا، ایک آدمی سوار ہو کر آیا تھا، اس

(Varethi)\Bayanat\Border_Bayanate_Hazratji.bmp not found.

نے دعوت کی محنت کی، یہ اشارے سے بتایا اب اس کو کتنا ثواب ملے گا،

لنکا کی طرف جزیرے ہیں جن میں غیر مسلم کو جانتے ہی نہیں، وہ اپنے مریض کا علاج دریا کے کنارے لے جا کر پانی ڈال کر کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اشْفِ مَرِیْضَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَكَ تم جس قوم پر محنت کرو گے خدا تعالیٰ ان کے بارے میں تمہاری دعا قبول کریں گے اور جن کے حق میں تم دعا کرو گے ان کو ہدایت مل جائے گی، مگر بھائی! جن پر تم محنت کرو ان سے کچھ لینے کی توقع نہ رکھو، نہ کھانے کی، نہ پینے کی، اور تم جن پر محنت کرو اور ان سے متاثر نہ ہو تو خدا تعالیٰ اوروں کو جگائیں گے اور اوپر کے طبقے جھکتے چلے جائیں گے، یہاں تک کہ بادشاہ جھک جائیں گے،

تو بھائی! یہ کفر کا سیلاب اور طوفان ہے، تھوڑا تھوڑا وقت دینے سے اس طوفان کا رُخ نہ بدلے گا، اس کیلئے تو زندگی لگانے کی ضرورت ہے، اگر پیسے نہ ہوں تو کچھ بیچ کر کرو، قرض تو تمہارے نبی ﷺ نے بھی لیا ہے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دیں، آمین واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

بیاناتِ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ

ادارہ فیض دارین

سرپرست: حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب دامت برکاتھم

کمیٹی ممبر: حضرت مولانا ابوبکر صاحب موسالی دامت برکاتھم (فلاح دارین ترکیسر)

حضرت مولانا معراج احمد بن مولانا غلام محمد دیسائی ترکیسری دامت برکاتھم

منتظم: مولانا محمد ادریس پٹیل فلاحی وریٹھی

مقاصد: (۱) مختلف زبانوں میں دینی کتابوں کی تالیف وتصنیف اوراُنکی نشرواشاعت

(۲) غریب علاقوں میں مکاتیب ومدارس دینیہ کا قیام اوراُن کا تعاون

(۳) دینی رسائل اور پمفلٹ چھاپ کراور بیانات کے ذریعے مسلمانوں تک صحیح دین پہنچانا

(۴) غریب طلباء اورغریب مسلمانوں کا تعاون